

کتاب التلاوة الیہ فیخرج النامی من الظلمات إلى النور
 "یہ کتاب جو ہم نے آپ کے ہاتھ لایا ہے کہ آپ اس کو اذیت نہ کریں گے اور اس کی تائید کریں"

بفضلہ تعالیٰ تمام تفسیریں اسے ملی تفسیر

تفسیر ابن کثیر

جلد چہارم

رأس السجدة الزكية

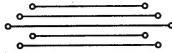
حافظ عماد الدین ابوالفضل ابن کثیر

مترجمہ

خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی

مکتبہ قدوسیہ لاہور

تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست

۴۷	۵	• راہ حق کا شہید
۴۸	۶	• ظالموں کے لیے عذاب الہی
۴۹	۸	• منکرین کی ندامت
۴۹	۹	• وجود باری تعالیٰ کی ایک نشانی
۵۲	۱۰	• گردشِ شمس و قمر
۵۳	۱۲	• سمندر کی تسخیر
۵۴	۱۳	• کفار کا حکمر
۵۵	۱۴	• قیامت کے بعد کوئی مہلت نہ ملے گی
۵۷	۱۵	• جنت کے مناظر
۶۰	۱۷	• نیک و بد علیحدہ علیحدہ کر دیے جائیں گے
۶۳	۱۷	• اعضاء کی گواہی
۶۵	۱۹	• شاعری بشیر براندہ شان کے منافی
۶۶	۲۲	• چوپائیوں کے فوائد
۷۲	۲۲	• قطع و نقصان کا اختیار کس کے پاس ہے؟
۷۵	۲۳	• موت کے بعد زندگی
۷۷	۲۴	• اللہ ہر چیز پر قادر
۷۷	۲۶	• فرشتوں کا تذکرہ
۷۸	۲۷	• شیاطین اور کافروں
۸۰	۳۰	• دوزخیوں کا اپنے بزرگوں سے شکوہ
۸۲	۳۲	• متقیوں کے لیے نجات اور انعامات
۸۳	۳۶	• زقوم اور طوبی
۸۵	۳۸	• سابقہ امتیں
۸۶	۳۸	• نیک لوگوں کے نام زندہ رہتے ہیں
۸۸	۳۹	• اب بھی سنبھل جاؤ
۸۸	۴۰	• بنگلہ آذر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
۹۰	۴۱	• ذبح اللہ کی بحث اور یہودی روایات
		• حضرت موسیٰ پر انعامات الہی
		• حضرت الیاس علیہ السلام
		• قوم لوط علیہ السلام ایک عبرت کا مقام
		• واقعہ حضرت یونس علیہ السلام
		• مشرکین کا اللہ تعالیٰ کے لیے دو ہر ا معیار
		• فرشتوں کے اوصاف
		• عذاب الہی آ کر رہے گا
		• اللہ تعالیٰ مشرکین کے بہتانات سے ہمراہ ہے
		• مشرکین کا نبی اکرمؐ پر قہج
		• حضرت داؤد علیہ السلام کی فراست
		• صاحب اختیار لوگوں کے لیے انصاف کا حکم
		• حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث
		• سلیمان علیہ السلام کا تفصیلی تذکرہ
		• حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کا صبر
		• صالحین کے لیے اجر
		• اہل نار کے احوال
		• نبی علیہ السلام کا خواب
		• تحقیق آدم اور ابلیس کی سرکشی
		• باطل عقائد کی تردید
		• تحقیق کائنات اور عقیدہ توحید
		• مشرک اور موحد برابر نہیں
		• ہر حال میں اللہ کی اطاعت لازمی ہے
		• نیک اعمال کے حامل لوگوں کے لیے محلات
		• زندگی کی بہترین مثال
		• قرآن حکیم کی تائید
		• فیصلے روز قیامت کو ہوں گے

وَمَا لَكُمْ لَا عِبَادُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤﴾ أَأَتَّخِذُ
مِنْ دُونِهِ إِلَهًا إِنْ يُرِيدَنْ الرِّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنِّي
شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُون ﴿٢٥﴾ إِنْ أَرَادْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونَ ﴿٢٦﴾

مجھے کیا ہو گیا ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بنائوں کہ اگر رب رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں ○ پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں ○ میری سنوسنوں تو بچے بدل سے تم سب کے رب پر ایمان لا چکا ○

راحق کا شہید: ☆ ☆ (آیت ۲۴-۲۵) وہ نیک شخص جو اللہ کے رسولوں کی تکذیب و رد دید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق و مالک اللہ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کی ہی عبادت کرتا ہوں۔ جبکہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہیں؟ اس سے اب ہمارا کوئی تعلق نہ رہا ہو؟ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق و قادر کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ اللہ کی طرف سے ۴۱ کوئی ہوسنی کو مصیبت کو مجھ پر سے نال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی پہنچے اللہ اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو یہ اسے دفع نہیں کر سکتے روک نہیں سکتے نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں۔ اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر مگرہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان کو میری گمراہی کھل جائے گی۔ میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو سنو میں تو اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی معنی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ اس اللہ کے بندے مرد صالح نے اب اپنی قوم سے روگردانی کر کے اللہ کے ان رسولوں سے یہ کہا ہو کہ اللہ کے پیغمبرو! تم میرے ایمان کے گواہ رہنا! میں اس اللہ کی ذات پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا ہے پس گویا اپنے ایمان پر اللہ کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے۔ یہ قول یہ نسبت اگلے قول کے بھی زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پانے تھے جو تمام کفار پل پڑے اور زرد کو ب کرنے لگے۔ کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پھر مارتے مارتے انہیں اسی وقت فی الغور شہید کر دیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه) یہ اللہ کے بندے یہ سچے ولی اللہ تھے کھارہے تھے لیکن زبان سے یہی کہے جا رہے تھے کہ اللہ میری قوم کو ہدایت کریں جانتے نہیں۔

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَلِيَتْ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٨﴾ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاءِ ۚ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خُمِدُونَ ﴿٣٠﴾

(اس سے) کہا گیا کہ جنت میں چلا۔ جا کہنے لگا 'کاش کہ میری قوم کو بھی علم ہو جاتا کہ ○ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے ذی عزت لوگوں میں سے کر دیا ○ اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ اس طرح ہم اتارا کرتے ہیں ○ وہ تو صرف ایک ذرہ کی چٹختی کی یا یک دہ سب کے سب بھجے جائے ○

ظالموں کے لئے عذاب الہی: ☆ (آیت ۲۶-۲۹) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومن کامل کو بے طرح مار پٹا 'اے گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور بیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں۔ اسی وقت اللہ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سرخ و غم سے آزاد کر دیا اور اس میں جہنم کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا 'ان کی شہادت سے اللہ خوش ہوا 'جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی 'اپنے ثواب و اجر کو عزت و اکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا 'کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میرا بھائی اکرام کیا۔ فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ دیکھئے اس اللہ والے شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور بعد مرگ بھی ان کا خیر خواہ رہا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے 'کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس سبب سے میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی 'اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی 'اللہ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے۔ دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہش مند تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور! اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپؐ نے فرمایا 'ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں؟ جواب دیا کہ حضور! اس کا تو خیال تک نہیں۔ انہیں مجھ سے اس قدر الفت و عقیدت ہے کہ میں سو یا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں 'آپؐ نے فرمایا 'چھا پھر جائیے یہ چلے' جب لات و عزئی کے بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے 'اب تمہاری شامت آگئی۔ قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔ انہوں نے کہا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کرو۔ یہ لات و عزئی دراصل کوئی چیز نہیں! اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی۔ اے میرے بھائی! بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے' ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دوہرایا تھا جو ایک بد نصیب تن جلے دور سے ایک ہی تیر چلایا جو رگ اکل پر لگا اور اسی وقت شہید ہو گئے 'حضور علیہ السلام کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا 'یہ ایسا تھا جیسے سورہ یسین والا جس نے کہا تھا 'کاش کہ میری قوم میری مغفرت و عزت کو جان لیتی۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جنہیں یمامہ میں مسلمانوں نے شہید کر دیا تھا تو آپؐ نے فرمایا 'اللہ کی قسم یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورہ یسین میں ہے 'ان سے اس کذاب نے حضورؐ کے بارے میں دریا فیت کیا تو آپؐ نے فرمایا 'بیٹک وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا۔ میری نسبت بھی تو کو گویا دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا 'میں نہیں سنتا۔ اس نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں 'اس نے پھر پوچھا 'میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا۔ اس ملعون نے کہا 'ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہر ابن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کنوا دیتا' پھر پوچھتا 'پھر یہی جواب پاتا۔ پھر ایک عضو بدن کنوا' اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم

تک قائم رہے اور جو اب پہلے تھا وہی آخر تک رہا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ وَضِیَی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَارْضَاہُ۔

اس کے بعد ان لوگوں پر جو غضب الہی نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ عارت کر دیئے گئے اس کا ذکر ہو رہا ہے چونکہ انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا اللہ کے ولی کو قتل کیا اس لئے ان پر عذاب اتر اور ہلاک کر دیئے گئے لیکن انہیں برباد کرنے کے لئے اللہ نے تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اس کی ضرورت اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی نہ ان پر فرشتے اتارے گئے بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لینے والا پانی دینے والا ہو اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر اٹھا کیے کے دروازے کی چوٹ تمام کر اس زور سے ایک آواز لگائی کہ کیلچے پاش پاش ہو گئے دل اڑ گئے اور درمیں پرواز کر گئیں۔

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ ان لوگوں کے پاس جو تینوں رسول آئے تھے یہ حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے ہوئے قاصد تھے لیکن اس میں قدرے کلام ہے اولاً تو یہ کہ قصے کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ فرمان ہے اِذْ اَرْسَلْنَا الْخَیْلَ جَبکہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ جب انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کی مدد کے لئے تیسرا رسول بھیجا۔ پھر اللہ کے یہ رسول اہل انطا کیسے کہتے ہیں اِنَّا الْکَیْمُ مُرْسَلُوْنَ الْخ یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔ پس اگر یہ تینوں حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے ہوئے ہوتے تو انہیں یہ کہنا مناسب نہ تھا بلکہ وہ کوئی ایسا جملہ کہتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کے قاصد ہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی ایک فریضہ ہے کہ کفار انطا کیہ ان کے جواب میں کہتے ہیں اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو دیکھ لو یہ کلمہ کفار ہمیشہ رسولوں کو ہی کہتے رہے۔ اگر وہ حواریوں میں سے ہوتے تو ان کا مستقل دعویٰ رسالت کا تھا ہی نہیں۔ پھر انہیں یہ لوگ یہ الزام ہی کیوں دیتے؟ جانا اہل انطا کیہ کی طرف حضرت مسیحؑ کے قاصد گئے تھے اور اس وقت اس بستی کے لوگ ان پر ایمان لائے تھے بلکہ یہی وہ بستی ہے جو ساری کی ساری جناب مسیحؑ پر ایمان لائی۔ اسی لئے نصرائیوں کے وہ چار شہر جو مقدس سمجھے جاتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بیت المقدس کی بزرگی کے وہ قائل اس لئے ہیں کہ وہ حضرت مسیحؑ کا شہر ہے اور انطا کیہ کو حرمت والا شہر اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہیں کے لوگ حضرت مسیحؑ پر ایمان لائے اور اسکندر یہ کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مذہبی عہدے داروں کے تقرر پر اجماع کیا اور رومیہ کی حرمت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ شاہ قسطنطین کا شہر یہی ہے اور اسی بادشاہ نے ان کے دین کی امداد کی تھی اور یہیں ان کے تبرکات کو رومیہ سے یہاں لا رکھا۔ سعد بن بطریق وغیرہ نصرائی مورخین کی تاریخ کی کتابوں میں یہ سب واقعات مذکور ہیں۔ مسلمان مؤرخین نے بھی یہی لکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انطا کیہ والوں نے حضرت عیسیٰؑ کے قاصدوں کو تو مان لی تھی۔ اور یہاں بیان ہے کہ انہوں نے نہ مانی اور ان پر عذاب الہی آیا اور جس نہیں کر دیئے گئے تو ثابت ہوا کہ یہ واقعہ اور ہے۔ یہ رسول مستقل رسالت پر مامور تھے۔ انہوں نے نہ مانا جس پر انہیں سزا ہوئی اور وہ نہ نشان بن کر دیئے گئے اور چراغِ حشر کی طرح بجھا دیئے گئے۔ واللہ اعلم۔

ثالثاً انطا کیہ والوں کا قصہ جو حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کے ساتھ وقوع میں آیا وہ قطعاً تو رات کے اترنے کے بعد کا ہے اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور سلف کی ایک جماعت سے محفل ہے کہ تو رات کے نازل ہو چنے کے بعد کسی بستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی عذاب سے بالکل برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے کر کفار کو نچا دکھایا ہے جیسا کہ آیت وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰی الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا الْخَیْلَ کی تفسیر میں ہے اور اس بستی کی آسمانی ہلاکت پر آیات قرآنی شاہدِ عدل موجود ہیں اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ

واقعہ اٹھا کیے کا نہیں جیسے کہ بعض سلف کے اقوال بھی اسے متشکی کر کے بتاتے ہیں کہ اس سے مراد مشہور شہر اٹھا کیے نہیں ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اٹھا کیے نامی کوئی شہر اور بھی ہو اور یہ واقعہ وہاں کا ہو۔ اس لئے کہ جو اٹھا کیے مشہور ہے اس کا عذاب الہی سے نیست و نابود ہونا مشہور نہیں ہوا۔ نہ تو نصرانیت کے زمانہ میں اور نہ اس سے پہلے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم یہ بھی یاد رہے کہ طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دنیا میں تین ہی شخص سبقت کرنے میں سب سے آگے نکل گئے ہیں حضرت موسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے تو حضرت یوشع بن نون تھے اور حضرت عیسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے وہ شخص تھے جن کا ذکر سورہ یٰسین میں ہے اور محمد ﷺ کی خدمت میں آگے بڑھنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے یہ حدیث بالکل منکر ہے۔ صرف حسین اشعر اسے روایت کرتا ہے اور وہ شیعہ ہے اور متروک ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

يَحْسِرَ عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

بندوں پر افسوس! کبھی بھی کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا جس کی ہمتی انہوں نے نہ اڑائی ہو ۵ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے بہت سی امتیاں ہم نے غارت کر دی ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹنے ۵ اور انہیں ہے کوئی جماعت مگر یہ جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضری کی جائے گی ۵

مفسرین کی تفسیر: ☆ ☆ (آیت: ۳۰-۳۲) بندوں پر حسرت و افسوس ہے۔ بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہوں گے۔ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے تو خود اپنا برا کیا۔ بعض قراتوں میں يَحْسِرَةُ الْعِبَادِ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بھی ہے مطلب یہ ہے۔ کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں اللہ کے فرمان کے خلاف کیا؟

دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے جلاتامل جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لینے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کر دیئے گئے ان کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا نہ اس دار آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔ اس میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو دہریہ تھے۔ جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے۔ تمام گز رے ہوئے موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ایک بھلائی برائی کا بدلہ پائیں گے۔

جیسے اور آیت میں فرمایا وَ اِنْ كُنَّا لَيُوقِنَنَّهٗمْ رَبُّكَ اَعْمٰلَهُمْ یعنی ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا ایک قرات میں لَمَّا ہے تو ان اثبات کے لئے ہوگا اور لَمَّا پڑھنے کے وقت ان نافیہ ہوگا اور لَمَّا معنی میں اِلَّا کے ہوگا تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ نہیں ہیں سب مگر یہ کہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر شدہ ہیں۔ دوسری قرات کی صورت میں بھی مطلب یہی رہے گا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

وَاَيُّهَا لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۚ اَحْيَيْنَهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا
فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ
وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهِ وَمَا
عَمِلْتُمْ اِيْدِيْهِمْۙ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ
كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ان کے لئے ایک نشانی خشک مردہ زمین ہے جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں اور جس سے اناج نکالتے ہیں جس میں سے وہ کھاتے ہیں ○ اور ہم اس میں بھجوروں کے اور
انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں جن میں ہم چشم بھی جاری کر دیتے ہیں ○ تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں انہوں نے اپنے بقول سے اسے نہیں بتایا پھر
کیوں شکر گزاری نہیں کرتے ○ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ
چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں ○

وجود باری تعالیٰ کی ایک نشانی: ☆ ☆ (آیت ۳۳-۳۶) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر میری زبردست قدرت پر اور
مردوں کو زندگی دینے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مردہ زمین جو بخر خشک پڑی ہوئی ہوتی ہے جس میں کوئی روئیدگی نہ تازگی نہ ہریاؤں گھاس وغیرہ
نہیں ہوتی، میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں وہ مردہ زمین جی اٹھتی ہے لہلہانے لگتی ہے ہر طرف سبزہ سبزہ ہی سبزہ اگ جاتا ہے اور قسم قسم
کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں
بعض کو تم کھاتے ہو بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اس میں بھجوروں کے انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں۔ نہریں جاری کر
دیتے ہیں جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب کر سبز و شاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے کھیتوں سے
باغات سے نفع حاصل کرے حاجتیں پوری کرے یہ سب اللہ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں کسی کے بس اور اختیار میں نہیں
تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ یا حاصل کردہ چیزیں نہیں۔ نہ تم میں انہیں اگانے کی طاقت نہ تم میں انہیں بچانے کی قدرت نہ انہیں پکانے کا
تمہیں اختیار۔ صرف اللہ کے یہ کام ہیں اور اسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ ہی اس کی قدرت کے نمونے ہیں پھر
لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے ○ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے ○

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل جو کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں چنانچہ ابن مسعود کی
قرأت میں وَمِمَّا عَمِلْتُمْ اِيْدِيْهِمْ ہے۔ پاک اور برتر اور تمام نقصانات سے بری وہ اللہ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑا
جوڑا پیدا کیا ہے اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا
زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

وَاَيُّهَا لَّهُمُ اللَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُوْنَ ۝
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝
وَالْقَمَرَ قَدَرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ الْغُرُجُوْنَ ۚ اَلْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ

يَتَّبِعْنِي لَمَّا آتَى تَدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقَ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ

اور ان کے لئے ایک نئی رات ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں تو وہ ایک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج کے لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلا رہتا ہے یہ ہے اندازہ غالب باطمینان ○ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ ہر پھر کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے ○ نہ تو آفتاب کی یہ جال ہے کہ چاند کو چاکرے اور نہ رات دن پر آئے بڑھ جانے والی ہے۔ سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں ○

گردشِ شمس و قمر: ☆ ☆ (آیت: ۳۷-۴۰) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک اور نشانی بیان ہو رہی ہے اور وہ دن رات ہیں جو جالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں جیسے فرمایا يُعْبَسِي اللَّيْلُ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَيْنًا رات سے دن کو چھپاتا ہے اور رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں دن تو ختم ہوا اور رات آگئی اور ہر طرف سے اندھیرا چھا گیا۔ حدیث میں ہے جب ادھر سے رات آ جائے اور دن ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار اظہار کر لے۔ ظاہر آیت تو یہی ہے لیکن حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مثل آیت يُوَلِّجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَ يُوَلِّجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

حضرت امام ابن جریرؒ اس قول کو ضعیف بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس آیت میں جو لفظ ایلاج ہے اس کے معنی ایک کی کمی کر کے دوسری میں زیادتی کرنے کے ہیں اور یہ مراد اس آیت میں نہیں امام صاحب کا یہ قول حق ہے۔ مُسْتَقَرَّ سے مراد یا تو مستقر مکانی یعنی جائے قرار ہے اور وہ عرشِ تلے کی وہ سمت ہے پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لئے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے اور سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ کُورہ نہیں ہے جیسے کہ بیت داں کہتے ہیں۔ بلکہ وہ مثل قبة کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ انسانوں کے سروں کے اوپر اوپر والے عالم میں ہے پس جبکہ سورج فلكی قبة میں ٹھیک نظر کے وقت ہوتا ہے اس وقت وہ عرش سے بہت قریب ہوتا ہے۔ پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلك میں اسی مقام کے بالمقابل آ جاتا ہے یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے جبکہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ پس وہ مجدد کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے جیسے کہ احادیث میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں تھا تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے آپؐ نے فرمایا وہ عرشِ تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔ پھر آپؐ نے آیت وَالشَّمْسُ وَاللَّيْلُ سَابِقَتَا رُجُومًا اور حدیث میں ہے کہ آپؐ سے حضرت ابوہریرہؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا اس کی قرار گاہ عرش کے نیچے ہے۔ مندا احمد میں اس سے پہلے کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واپس لوٹنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے۔ گویا اس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آ تھا وہیں لوٹ جاتو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے پھر آپؐ نے اس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے یہی معنی ہیں اس آیت کے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج طلوع ہوتا ہے۔ اسے انسانوں کے گناہ لوٹا دیتے ہیں۔ وہ غروب ہو کر سجدے میں پڑتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے ایک دن یہ غروب ہو کر بہ عاجزی

عبدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا لیکن اجازت نہ دی جائے گی۔ وہ کہے گا کہ راہ دور ہے اور اجازت ملی نہیں تو پہنچ نہیں سکوں گا۔ پھر کچھ دیر روک رکھنے کے بعد اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے غروب ہوا تھا وہیں سے طلوع ہو جا۔ یہی قیامت کا دن ہوگا جس دن ایمان لانا محض بے سود ہوگا اور نیکیاں کرنی بھی ان کے لئے جو اس سے پہلے ایمان دار اور نیکو کار نہ تھے بیکار ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے۔ پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے۔ پس یہ ایک قول ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے اس لفظ مستقر سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے۔ قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی۔ یہ بے نور ہو جائے گا اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا۔ یہ مستقر زمانی ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور اپنی معاد پر جس سے تجاوز کر نہیں سکتا۔ جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں انہی راستوں سے آتا جاتا ہے ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قراءت لَا مُسْتَقَرَّ لَهَا ہے یعنی اس کے لئے سکون و قرار نہیں بلکہ دن رات بحکم الہی چلتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے فرمایا وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ یعنی اس نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں۔ قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔ یہ اندازہ اس اللہ کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا وہ عظیم ہے ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے اس نے اپنی حکمت کا ملہ سے اس کی چال مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے۔ جیسے فرمایا فَاِلٰى الْاَصْبَاحِ اِلْحٰجٌّ مَّحْكَكًا لِّوَالِهٍ اس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا یہ ہے اندازہ غالب ذی علم والے کا۔ حم عبدہ کی آیت کو بھی اسی طرح ختم کیا۔

پھر فرماتا ہے چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مینے معلوم ہو جائیں جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ دتوں اور حج کے موسم کو بتانے کے لئے۔ اور آیت میں فرمایا اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تاکہ تم سالوں کو اور حساب کو معلوم کر لو۔ ایک آیت میں ہے ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنادیا ہے رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اس میں اپنے رب کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے۔ اس کی اور اس کی چال بھی مختلف ہے۔ سورج ہر دن طلوع و غروب ہوتا ہے۔ اسی روشنی کے ساتھ ہوتا ہے ہاں اس کے طلوع و غروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں اسی سبب سے دن رات کی طولانی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے۔ اس کی منزلیں مقرر ہیں۔

مینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے۔ بہت چھوٹا سا ہوتا ہے۔ روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گواہ کی نورانیت سورج سے لی ہوئی ہوتی ہے۔ آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی نشی کے ہو جاتا ہے جس پر ریزہ ریزہ لٹکی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مینے کی ابتدا میں ظاہر کرتا ہے عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مینے کی راتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں مثلاً پہلی تین راتوں کا نام غرر ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام نفل ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام سبع ہے اس لئے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے اس کے

بعد کی تین راتوں کا نام عشر ہے اس لئے کہ اس کا شروع دسویں سے ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام بیس ہے اس لئے کہ ان راتوں میں چاندنی کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ان کے ہاں درج ہے یہ لفظ وراء کی جمع ہے ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ وہ سب کو چاند زورادیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے اور عرب میں اس بکری کو جس کا سر سیاہ ہو شافہ وراء کہتے ہیں۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو ظلم کہتے ہیں پھر تین کو ضاوس پھر تین کو دراری پھر تین کو حاق اس لئے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مینہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان میں سے شمع اور شمع کو قبول نہیں کرتے، ملاحظہ ہو کتاب غریب المصنف۔ سورہ چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے ادھر ادھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے۔ اس کی باری کے وقت وہ گم ہے۔ اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔

حسن کہتے ہیں یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارک کا قول ہے ہوا کے پر ہیں اور چاند بانی کے خلاف تلے جگہ کرتا ہے ابو صالح فرماتے ہیں اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی مگر مفرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے۔ یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے رات ادھر سے جاتی ہے ادھر سے دن آتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے نہ یہ کہ دن ہی دن چلا جائے۔ رات نہ آئے نہ اس کے خلاف ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے ہر ایک اپنے اپنے وقت پر تعاقب و حاضر ہوتا رہتا ہے سب کے سب یعنی سورج چاند دن رات فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عامر کا قول ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں لیکن یہ بہت غریب بلکہ منکر قول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں فلک مثل چرنے کے ٹکڑے کے ہے۔ بعض کہتے ہیں مثل چلنے والے کے پاٹ کے۔

وَاَيُّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمُ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ﴿٢٣﴾
وَخَلَقْنَا لَهُمُ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ﴿٢٤﴾ وَاِنْ نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ
فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ﴿٢٥﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا
اِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٦﴾

ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی گشتی میں سوار کیا ○ اور ان کے لئے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے ○ پھر نہ تو کوئی ان کا مددگار ہوتا نہ وہ رہا کئے جاتے ○ لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں اور ایک مدت تک کے لئے انہیں قائم رکھتے ہیں ○

سمندر کی تفسیر: ☆ ☆ (آیت ۲۱-۲۳) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کی ایک نشانی بتا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد و رفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے۔ باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے والے لوگوں کے آباؤ اجداد کو کشتی میں بٹھالیا تھا جو بالکل بھر پوری تھی۔ کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ کے حکم سے اس میں بٹھالے گئے تھے۔ ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا، بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا، یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح کی

کشتی پر صادق آتی ہے۔

اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ نے ان کے لئے پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کا کام دیتی ہے۔ اسی طرح دیگر چوپائے جانور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشتی نوح غمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بننے چلے گئے۔ اس مطلب کی تائید آیت لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً رخ سے بھی ہوتی ہے یعنی جب پانی نے طغیانی کی تو ہم نے انہیں کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اسے تمہارے لئے ایک یادگار بنادیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسی میں تمہیں ڈبو دیتے، کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی، کوئی نہ ہوتا جو اس وقت تمہاری فریادری کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے۔ لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لیے چوڑے سفر تم بہ آرام و راحت طے کر رہے ہو اور ہم تمہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ثَقُّوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۵﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۵۶﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْطَعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿۵۷﴾ وَ يَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۵۸﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۵۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۶۰﴾

ان سے جب کہی کہا جاتا ہے کہ اگلے پچھلے گناہوں سے بچنا کہ تم پر رحم کر دیا جائے ○ ان کے پاس تو ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رقی نہ برستے ہوں ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دو تو یہ کفار ایمان والوں کو جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں نکالیں، انہیں اُمر اللہ چاہتا تو خود کھلا پاد دیتا۔ تم تو یہی کلمی غلطی میں ○ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب آئے گا؟ سچے ہوتو بلاؤ ○ انہیں صرف ایک سخت جج کا انتظار ہے جو انہیں آ پکڑے گی اور یہ باہم لڑائی جھگڑے میں ہی ہوں ○ اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے والوں کی طرف لوٹ سکیں گے ○

کفار کا تکبر: ☆ ☆ (آیت: ۳۵-۴۷) کافروں کی سرکشی نادانی اور عناد و تکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کر چکے ان پر نام ہو جاؤ ان سے تو یہ کر لو اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو اس سے اللہ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا۔ تو وہ اس پر کار بند ہوتا تو ایک طرف اور منہ پھیلا لیتے ہیں قرآن نے اس جملے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ یہی ایک بات کیا؟ ان کی تو عادت ہو گئی ہے کہ اللہ کی ہر بات سے منہ پھیر لیں۔ نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں نہ رسولوں کو سچا جانتے ہیں نہ ان میں غور و خوض کی عادت نہ ان میں قبولیت کا مادہ نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔ ان کو جب

کبھی اللہ کی راہ میں خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں فقراء مساکین اور محتاجوں کا حصہ بھی ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا جب اللہ ہی کا ارادہ انہیں دینے کا نہیں تو ہم اللہ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو نہیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پچھلا جملہ کفار کی تردید میں اللہ کی طرف سے ہو۔ یعنی اللہ ان کفار سے فرما رہا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو لیکن ان سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصہ ہے۔ واللہ اعلم۔

قیامت کے بعد کوئی مہلت نہ ملے گی: ☆ ☆ (آیت: ۲۸-۵۰) کافر چونکہ قیامت کے آنے کے قائل نہ تھے اس لئے وہ نبیوں سے اور مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ پھر قیامت کولا تے کیوں نہیں؟ اچھا یہ تو بتاؤ کہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اس کے آنے کے لئے ہمیں کچھ سامان نہیں کرنے پڑیں گے صرف ایک مرتبہ صور پھونک دیا جائے گا۔

دنیا کے لوگ روزمرہ کی طرح اپنے اپنے کام کا ج میں مشغول ہوں گے جب اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو صور پھونکنے کا حکم دے گا وہیں لوگ ابھرا دھر مرنے شروع ہو جائیں گے۔ اس آسانی تیز و تند آواز سے سب کے سب محشر میں اللہ کے سامنے جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس جمع کے بعد کسی کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ کسی سے کچھ کہہ سن سکے کوئی وصیت اور نصیحت کر سکے اور نہ ہی انہیں اپنے گھروں کو واپس جانے کی طاقت رہے گی۔ اس آیت کے متعلق بہت سے آثار و احادیث ہیں جنہیں ہم دوسری جگہ وارد کر چکے ہیں۔ اس پہلے نفعخہ کے بعد دوسرا نفعخہ ہو گا جس سے سب کے سب مر جائیں گے کل جہان فنا ہو جائے گا بجز اس بچھکی والے اللہ عزوجل کے جسے فنا نہیں۔ اس کے بعد پھر جی اٹھنے کا نفعخہ ہو گا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاِذَا هُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلَىٰ رَبِّهِمْ
يَسْئَلُوْنَ ۚ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۚ هٰذَا
مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كُنْتُمْ اِلَّا
صٰیغَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ ۚ لَّدٰیْنا مُخْضَرُوْنَ ۝ فَاَلِیَوْمَ
لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شٰیْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلے گئیں گے ○ کہیں کہے ہائے ہائے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا؟ یہی ہے جس کا وعدہ رب رحمان نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ کچھ دیا تھا ○ یہ نہیں ہے مگر ایک تند آواز کہ یا ایک سارے کے سارے جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے ○ پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر صرف انہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے ○

قیامت کے دوسرے نفعخہ پر لوگوں کا حال: ☆ ☆ (آیت: ۵۱-۵۳) ان آیتوں میں دوسرے نفعخہ کا ذکر ہو رہا ہے جس سے مردے جی اٹھیں گے۔ یَسْئَلُوْنَ کا مصدر یَسْأَلُوْنَ سے ہے اور اس کے معنی تیز چلے گئے ہیں۔ چپے اور آیت میں ہے یَوْمَ یَبْخُرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا الخ جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس تیزی سے چلیں گے کہ گویا وہ کسی نشان منزل کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ چونکہ دنیا میں انہیں قبروں سے جی اٹھنے کا ہمیشہ انکار رہا تھا اس لئے آج یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے افسوس ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھایا؟ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جس ہول و شدت کو جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب

دیکھیں گے اس کی بہ نسبت تو قبر کے عذاب بے حد خفیف ہی تھے گویا کہ وہ ہاں آرام میں تھے۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ذرا سی دیر کے لئے فی الواقع انہیں نیند آ جائے گی حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں پہلے نفعہ اور اس دوسرے نفعہ کے درمیان یہ سو جائیں گے اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے اس کا جواب ایماندار لوگ دیں گے کہ اسی کا وعدہ اللہ کا تھا اور یہی اللہ کے سچے رسولؐ فرمایا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جواب فرشتے دیں گے۔ بہر حال دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ مومن بھی کہیں اور فرشتے بھی کہیں۔ واللہ اعلم۔ عبدالرحمن بن زیدؓ کہتے ہیں یہ کُل قول کا فرد کا ہی ہے لیکن صحیح بات وہ ہے جسے ہم نے پہلے نقل کیا جسے کہ سورہ صافات میں ہے کہ یہ کہیں گے ہائے افسوس ہم پر یہ جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے جسے ہم جھٹلاتے تھے۔ اور آیت میں ہے وَنَوْمُ نَقُومُ السَّاعَةِ اِنَّ حِسْ دُن قِيَامَتِ بِرْ پَا هُوْگِ گنہگار قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک ساعت ہی رہے ہیں اسی طرح وہ ہمیشہ حق سے پھرے رہے اس وقت با ایمان اور علماء فرمائیں گے تم اللہ کے لکھے ہوئے کے مطابق قیامت کے دن تک رہے۔ یہی قیامت کا دن ہے لیکن تم شخص بے علم ہو۔ تم تو اسے ان ہونی مانتے تھے حالانکہ وہ ہم پر بالکل سہل ہے۔ ایک آواز کی دیر ہے کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو جائے گی جیسے اور آیت میں ہے کہ ایک ڈانٹ کے ساتھ ہی سب میدان میں مجتمع موجود ہوں گے۔ اور آیت میں فرمایا امر قیامت تو شل آکھ چمکانے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے اور بھی فرمایا یَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهِ جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم نمدت رہے۔ الغرض حکم کے ساتھ ہی سب حاضر سامنے موجود۔ اس دن کسی کا کوئی عمل مارا نہ جائے گا ہر ایک کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شَعْلِ فِکْمُوْنَ ۝۵۸ ۝۵۹
وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلِّ عَلٰی الْاَسْرَابِ مُتَّکِفُوْنَ ۝۶۰ لَّهُمْ فِیْهَا
فَاکِمَہٗ ۝۶۱ وَلَهُمْ مَا یَدْعُوْنَ ۝۶۲ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبِّ رَحِیْمٍ ۝۶۳

جنتی لوگ آج کے دن اپنے دلچسپ مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں ○ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں سہمیوں پر بٹختے لگائے بیٹھے ہوں گے ○ ان کے لئے جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں گے ○ مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا ○

جنت کے مناظر: ☆ ☆ (آیت: ۵۸-۵۹) جنتی لوگ میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بہ صد اکرام و بہ جزار تعظیم پہنچائے جائیں گے اور وہاں کی گونا گوں نعمتوں اور راحتوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ کسی دوسری جانب نہ التفات ہوگا نہ کسی اور طرف کا خیال، یہ جہنم سے، جہنم والوں سے بے فکر ہوں گے۔ اپنی لذتوں اور مزے والوں میں منہمک ہوں گے۔ اس قدر سرور ہوں گے کہ ہر ایک چیز سے بے خبر ہو جائیں گے۔ نہایت ہشاش بشاش ہوں گے کنواری حوریں انہیں ملی ہوئی ہوں گی جن سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ طرح طرح کی راگ راگنیاں اور خوش کن آوازیں و لہریں سے ان کے دلوں کو بھاری ہوں گی۔ ان کے ساتھ ہی اس لطف و سرور میں ان کی بیویاں اور ان کی حوریں بھی شامل ہوں گی۔ جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں بہ آرام تختوں پر ٹکیوں سے لگے ٹپے ٹپے اور بے فکر کی کے ساتھ اللہ کی مہمانداری سے مزے اٹھا رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے۔ اور بھی جس چیز کو جی چاہے جو خواہش ہو پوری ہو جائے گی۔ سنن ابن ماجہ کی کتاب الزہد میں اور ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے

کوئی اس جنت میں جانے کا خواہش مند اور اس کے لئے تیار یاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے جس میں کوئی خوف و خطر نہیں؛ رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے۔ اس کی تازیگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے اس کے بالا خانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں جھری ہوئی اور بہہ رہی ہیں۔ اس کے پھل ڈالنے والے دار کپکپے ہوئے اور بکثرت ہیں۔ اس میں خوبصورت نوجوان حوریں ہیں اور ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں وہ مستحکم گھر ہے وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے اس کی نعمتیں بہ کثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ تھے سب نے کہا حضور ہم اس کے لئے تیار کر کے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں آپ نے فرمایا ان شاء اللہ کو چنانچہ انہوں نے کہا ان شاء اللہ۔ اللہ کی طرف سے ان پر سلام ہی سلام ہے۔ خود اللہ کا اہل جنت کے لئے سلام ہے جیسے فرمایا تَجِثُّهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ اِنْ كُنْتُمْ جَسْرًا رُزِقْتُمْ رِزْقًا مِنْ رِزْقِ اللّٰهِ سَلَامٌ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور پھٹے گا یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے شرف ہوں گے اور رب فرمائے گا اَلْسَلَامُ عَلَیْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ یہی معنی ہیں اس آیت سَلَامٌ قَوْلًا اِنْ کُنْتُمْ جَسْرًا صاف طور سے اللہ کو دیکھیں گے اور اللہ انہیں دیکھے گا۔ کسی نعمت کی طرف اس وقت وہ آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گی یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سند کمزور ہے۔ ابن ماجہ میں بھی کتاب السنہ میں یہ روایت موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب دو چیزوں اور جنتیوں سے فارغ ہوگا تو ابراہیم کے سایہ میں متوجہ ہوگا فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے جنتیوں کو سلام کرے گا اور جنتی جواب دیں گے۔

قرعنی فرماتے ہیں یہ اللہ کے فرمان سَلَامٌ قَوْلًا میں موجود ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھ سے مانگو جو چاہو یہ کہیں گے پروردگار سب کچھ تو موجود ہے کیا مانگیں؟ اللہ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے۔ پھر بھی جو جی میں آئے طلب کرو یہ کہیں گے بس تیری رضا مندی مطلوب ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تو میں تمہیں دے چکا اور اسی کی بنا پر تم میرے اس مہمان خانے میں آئے اور میں نے تمہیں اس کا مالک بنا دیا، جنتی کہیں گے پھر اللہ ہم تجھ سے کیا مانگیں؟ تو نے تو ہمیں اتنا دے رکھا ہے کہ اگر تو حکم دے تو ہم میں سے ایک شخص کل انسانوں اور جنوں کی دعوت کر سکتا ہے اور انہیں پیٹ بھر کر کھلا پلا اور پہنا اوڑھنا سکتا ہے۔ بلکہ ان کی سب ضروریات پوری کر سکتا ہے اور پھر بھی اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔ اللہ فرمائے گا ابھی میرے پاس اور زیادتی ہے۔ چنانچہ فرشتے ان کے پاس اللہ کی طرف سے نئے نئے تحفے لائیں گے۔ امام ابن جریر اس روایت کو بہت سی سندوں سے لائے ہیں لیکن یہ روایت غریب ہے واللہ اعلم۔

وَأَمَّا زُوا الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمَجْرُمُونَ ﴿١٠﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ لِبَنِي
 آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١١﴾ وَإِنْ
 اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا
 كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿١٣﴾

اے گنہگارو! آج تم کیسے موت جاؤ۔ الگ ہو جاؤ۔ اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے یہ قول دیا تھا کہ تم شیطان کی تابعداری نہ کرنا وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرتے رہنا سیدھی راہ یہی ہے شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ ○

نیک و بد علیحدہ علیحدہ کر دیئے جائیں گے: ☆ ☆ (آیت: ۵۹-۶۲) فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو چھانٹ دیا جائے گا! کافروں سے کہہ دیا جائے گا کہ مومنوں سے دور ہو جاؤ! پھر ہم ان میں امتیاز کر دیں گے۔ انہیں الگ الگ کر دیں گے۔ اسی طرح سورہ یونس میں ہے: وَيَوْمَ نَقُومُ السَّاعَةَ يُؤْمِنُ يَتَفَرَّقُونَ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب کے سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ یعنی ان کے دو گروہ بن جائیں گے۔ سورہ الصافات میں فرمان ہے اُحْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَاَزَوْا اَحْشَمُ الخ یعنی ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے جموں نے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے جمع کر دو اور انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جنتیوں پر جو طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے؟

لیکن اس پر بھی تم نے مجھ رحمان کی نافرمانی کی اور اس شیطان کی فرمانبرداری کی۔ خالق مالک رازق میں اور فرمانبردار کی جائے میرے رائدہ درگاہ کی؟ میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا صرف مجھ ہی کو پوجنا مجھ تک پہنچنے کا سیدھا قریب کا اور سچا راستہ یہی ہے لیکن تم اٹلے چلے یہاں بھی اٹلے ہی جاؤ! ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے۔ یہ جنتی ہیں۔ تم جہنمی ہو۔ جہلا سے مراد خلقی کثیر بہت ساری مخلوق ہے نفعت میں جہل بھی کہا جاتا ہے اور جہل بھی کہا جاتا ہے شیطان نے تم میں سے بکثرت لوگوں کو بہکا دیا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ تم اس کا فیصلہ کر سکتے کہ رحمان کی مانیں یا شیطان کی؟ اللہ کو پوچھیں یا مخلوق کو؟ ابن جریر میں ہے قیامت کے دن اللہ کے حکم سے جہنم اپنی گردن نکالے گی جس میں سخت اندھیرا ہوگا اور بالکل ظاہر ہوگی۔ وہ بھی کہے گی کہ اے انسانو! کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے اور میری عبادت کرنا۔ یہ سیدھی راہ ہے۔ اس نے تم میں سے اکثر لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم سمجھتے نہ تھے؟ ۱۷ اے گنہگارو! آج تم جدا ہو جاؤ۔ اس وقت نیک و بد الگ الگ ہو جائیں گے ہر ایک گھنٹوں کے بل گڑنے کے برابر ایک کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلا دیا جائے گا آج ہی بدلے دیئے جاؤ گے جو کر کے آئے ہو۔

هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ اَصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ افْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَانَّا يَبْصُرُونَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ۝

یہی وہ دروزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ○ اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لئے آج اس میں داخل ہو جاؤ ○ ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں کو ابھائیں گے ان کا منوں کی جہنم وہ کرتے تھے ○ اور ہم گمراہ چاہتے تو ان کی آنکھیں سے نور کر دیتے۔ پھر یہ رستے کی طرف دروزخے پھرتے لیکن انہیں کیسے دکھائی دیتا ○ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ ہی ان کی صورتیں مس کر دیتے۔ پھر زندہ چل پھر سکتے نہ لوٹ سکتے ○ اعضاء کی گواہی: ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۷) جہنم بھر کھڑی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی، جھپٹی ہوئی اور چلاتی ہوئی سامنے ہوگی اور کھٹا سے کہا

جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا ذکر میرے رسول کیا کرتے تھے جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ لو اب اپنے اس کفر کا مزہ چکھو۔ انھوں اس میں کو پڑ چنانچہ اور آیت میں ہے یَوْمَ يَنْدَعُونَ اِلٰیْ جِسْمِ دَنِیْہِ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے اور کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے جس کا انکار کرتے رہے ہو۔ بتاؤ تو یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو؟ قیامت والے دن جب یہ کفار اور منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور اس پر قسمیں کھالیں گے تو اللہ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا اور ان کے بدن کے اعضاء جچی جچی گواہی دینا شروع کر دیں گے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم حضورؐ کے پاس تھے کہ آپؐ کا ایک بھائی اور اس قدر بڑے کے سواڑھے کھل گئے۔ پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا بندہ جو اپنے رب سے قیامت کے دن جھٹلا کرے گا اس پر۔ کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ فرمائے گا ہاں تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے۔ باقی سب میرے دشمن ہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سہی۔ تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا بولو تم خود گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف کھول کھول کر سچ ایک ایک بات بتا دیں گے۔ پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے بدن کے جوزوں سے کہے گی تمہارا ستیاناس جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہی تھی اور تمہارے ہی فائدے کے لئے جہت بازی کر رہی تھی (نسائی وغیرہ)

نسائی کی ایک اور حدیث میں ہے تمہیں اللہ کے سامنے بلایا جائے گا جبکہ زبان بند ہوگی۔ سب سے پہلے رانوں اور ہتھیلیوں سے سوال ہوگا۔ قیامت کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ پھر تیسرے موقع پر اس سے کہا جائے گا کہ تو کیا ہے؟ یہ کہے گا تیرا بندہ ہوں۔ تجھ پر تیرے نبیؐ پر تیری کتاب پر ایمان لایا تھا۔ روزے نماز زکوٰۃ وغیرہ کا پابند تھا۔ اور بھی بہت سی اپنی نیکیاں بیان کر جائے گا۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا اچھا ٹھہر جا۔ ہم گواہ لاتے ہیں۔ یہ سوچتا ہی ہوگا کہ گواہی میں کون پیش کیا جائے گا؟ کیا ایک اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کی ران سے کہا جائے گا کہ تو گواہی دے اب ران اور ہڈیاں اور گوشت بول پڑے گا اور اس منافق کے سامنے نفاق کو اور تمام پوشیدہ اعمال کو کھول کر رکھ دے گا۔ یہ سب اس لئے ہوگا کہ پھر اس کی جہت باقی نہ رہے اور اس کا عذر ٹوٹ جائے۔ چونکہ رب اس پر ناراض تھا اس لئے اس سختی سے باز پرس ہوئی۔

ایک حدیث میں ہے منہ پر مہر لگنے کے بعد سب سے پہلے انسان کی پائیں ران بولے گی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلا کر اس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا کہ بھئی ٹھیک ہے؟ یہ کہے گا ہاں اللہ سب درست ہے۔ بیشک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا ہم نے سب بخش دیں لیکن یہ گفتگو اس طرح ہوگی کہ کسی ایک کو بھی اس کا مطلق علم نہ ہوگا۔ اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔ اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور انہیں کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی۔

(اے ستارا اے حبیب اے غفار اللہ نوب تو ہم گنہگاروں کی پردہ پوشی کر اور ہم مجرموں سے درگزر فرما۔ اللہ اس دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کرنا ہے دامن رحمت میں ڈھانپ لے۔ اے ذرہ نواز اللہ عزوجل اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسا دے

اور ہمارے تمام گناہوں کو دھو ڈال! پروردگار ایک نظر رحمت ادھر بھی! مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں! اے غفور و رحیم اللہ کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جمولی لے کر ناامید ہو کر آج تک لوٹا ہے؟ رحم کر! رحم کر! رحمت کر! اے مالک و خالق رحم کر! اپنے انتقام سے بچا! اپنے غصے سے نجات دے! اپنی رحمتوں سے نواز دے! اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے! اپنی جنت میں پہنچا دے! اپنے دیدار سے شرف فرما۔ آمین آمین آمین! اور کافرو منافق کو بلایا جائے گا! اس کے بد اعمال اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا! کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ صاف انکار کر جائے گا اور کڑکڑاتی ہوئی تسمیں کھانے لگے گا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ان فرشتوں نے جمولی تحریر لکھی ہے۔ میں نے ہرگز یہ گناہ نہیں کئے! فرشتہ کہے گا! ہائیں ہائیں کیا کہہ رہے ہو؟ کیا فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں کام نہیں کیا؟ یہ کہے گا! اللہ تیری عزت کی قسم! محض جھوٹ ہے! میں نے ہرگز نہیں کیا؟ اب اللہ تعالیٰ اس کی زبان بندی کر دے گا! غالباً سب سے پہلے اس کی دائیں ران اس کے خلاف شہادت دے گی! یہی مضمون اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔

پھر فرماتا ہے! اگر ہم چاہتے تو انہیں گمراہ کر دیتے اور پھر یہ کبھی ہدایت نہ حاصل کر سکتے۔ اگر ہم چاہتے! ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے تو یہ یونہی بھٹکتے پھرتے۔ ادھر ادھر راستے ٹوٹے۔ حق کو نہ دیکھ سکتے! نہ صحیح راستے پہنچ سکتے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کے مکانوں میں ہی مسخ کر دیتے! ان کی صورتیں بدل دیتے! انہیں ہلاک کر دیتے! انہیں پتھر کے بنادیتے! ان کی ٹانگیں توڑ دیتے۔ پھر تو نہ وہ چل سکتے یعنی آگے کو نہ وہ لوٹ سکتے یعنی پیچھے کو بلکہ بت کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے! آگے پیچھے نہ ہو سکتے۔

وَمَنْ تَعَمَّرُهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٥﴾
وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ
وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٥٦﴾ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ
عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٥٧﴾

جسے ہم بڑھا کرتے ہیں! اسے پیدائشی حالت کی طرف بھرا لوٹا دیتے ہیں! کیا پھر بھی وہ نہیں سمجھتے؟ ﴿٥٥﴾ نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ ہی اس کے لائق وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ﴿٥٦﴾ تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر جنت ثابت ہو جائے ﴿٥٧﴾

شاعری پیغمبرانہ شان کے منافی: ☆☆☆ (آیت: ۶۸-۷۰) انسان کی جوانی جوں جوں وحلتی جاتی ہے! بھیری! مضنی! کزوری اور ناتوانی آتی جاتی ہے! جیسے سورہ روم کی آیت میں ہے: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ اَلْحِ اللّٰهُ وہ ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر ناتوانی کے بعد طاقت عطا فرمائی۔ پھر طاقت و قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا کر دیا! وہ جو چاہتا ہے! پیدا کرتا ہے! اور وہ خوب جاننے والا پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اور آیت میں ہے! تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹا جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔ پس مطلب آیت سے یہ ہے کہ دنیا زوال اور انتقال کی جگہ ہے۔ یہ پائیدار اور قرار نگاہیں! پھر بھی کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے کہ اپنے بچپن! پھر جوانی! پھر بڑھاپے پر غور کریں اور اس سے نتیجہ نکال لیں کہ اس دنیا کے بعد آخرت آنے والی ہے اور اس زندگی کے بعد میں دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا! نہ تو میں نے اپنے پیغمبر کو شاعری سکھائی نہ شاعری اس کے شایان شان! نہ اسے شعر گوئی سے محبت نہ شعر اشعار کی طرف

اس کی طبیعت کا میلان۔ اسی کا ثبوت آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تھا یا پورا یاد نہیں نکلتا تھا۔ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں: اولاد عبدالمطلب کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ اس سے کوسوں دور تھے (ابن عساکر) ایک بار اللہ کے پیغمبرؐ نے یہ بیت پڑھا کُفِيَ الشَّيْبُ بِالْإِسْلَامِ وَالشَّيْبُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضورؐ وہ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے کُفِيَ الشَّيْبُ وَالْإِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہی حضرت عمرؓ نے فرمایا: جج آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے جج فرمایا وَمَا هَلُمْنَهُ الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (ابن ابی حاتم) دلائل بتاتی ہیں ہے کہ آپؐ نے ایک مرتبہ عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے بھی تو یہ شعر کہا ہے؟ أَتَحْتَلُّ نَهْيِي وَنَهْيَ الْعَبِيدِ الْاَفْرَعِ وَعَيْنَةُ اَنْهَوْنَ نے کہا: حضورؐ دراصل یوں ہے بَيْنَ عَيْنَةٍ وَالْاَفْرَعِ آپؐ نے فرمایا: جلوس برابر ہے۔ مطلب تو فوت نہیں ہوتا؟ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ۔ سبکی نے روض الانف میں اس تقدیم و تاخیر کی ایک عجیب توجیہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں حضورؐ نے افرع کو پہلے اور عینہ کو بعد میں اس لئے ذکر کیا کہ عینہ خلافت صدیقی میں مرتد ہو گیا تھا خلافت افرع کے کہ وہ ثابت قدم رہا تھا۔ واللہ اعلم۔

مغازی اموی میں ہے کہ بدر کے مقتول کافروں کے درمیان گشت لگاتے ہوئے حضورؐ کی زبان سے کَلَّا نَفْلِقُ هَامًا (آگے کچھ نہ فرما سکے) اس پر جناب ابو بکرؓ نے پورا شعر پڑھ دیا۔

مِنْ رَجَالٍ اَعَزُّوْا عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا اَعَقُّوْا وَاطْلَمَا

یہ کسی عرب شاعر کا شعر ہے جو ہمارے میں موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے: کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ طرفہ کا یہ شعر بہت پڑھتے تھے۔ وَيَا بَيْنَكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزُوْدْ اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے سَبْدُكَ الْاَيَّامَ مَا كُنْتُ جَاهِلًا یعنی زمانہ تجھ پر وہ امور ظاہر کر دے گا جن سے تو بے خبر ہے اور تیرے پاس ایسا مفصل خبریں لانے کا جسے تو نے تو نہیں دیا۔ حضرت عائشہؓ سے سوال ہوا کہ کیا حضورؐ شعر پڑھتے تھے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ بعض آپؐ کو شعروں سے تھا ہاں کبھی کبھی بوقیس والے کا کوئی شعر پڑھتے لیکن اس میں بھی غلطی کرتے۔ تقدیم و تاخیر کر دیا کرتے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے: حضورؐ یوں نہیں ہے تو آپؐ فرماتے: نہ شاعر ہوں نہ شعر گوئی میرے شایان شان (ابن ابی حاتم)

دوسری روایت میں شعر اور آگے پیچھے کا ذکر بھی ہے یعنی وَيَا بَيْنَكَ بِالْاَخْبَارِ مَا لَمْ تَزُوْدْ کو آپؐ نے مَنْ لَمْ تَزُوْدْ بِالْاَخْبَارِ پڑھا تھا۔ بتاتی ہے ایک روایت میں ہے کہ پورا شعر کبھی آپؐ نے نہیں پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک مصرعہ پڑھ لیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خنوق کو دتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھے۔ سو یاد رہے کہ آپؐ کا یہ پڑھنا صحابہ کے ساتھ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزَلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَبَسَّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قِيْنَا
اِنْ الْاَوَّلَى قَدْ بَغَوْنَا عَلَيْنَا اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَيْنَا

حضور لفظ اَيْنَا کو کھینچ کر پڑھتے اور سارے ہی بلند آواز سے پڑھتے ترجمان اشعار کا یہ ہے کوئی غم نہیں۔ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے نہ صمدتے دیتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ اب تو ہم پر تسکین نازل فرما۔ جب دشمنوں سے لڑائی چھڑ جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔ یہی لوگ ہم پر سرکشی کرتے ہیں۔ ہاں جب کبھی فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح ثابت ہے کہ خنبن والے دن آپؐ نے اپنے خنوق دشمنوں کی طرح بڑھا تے ہوئے فرمایا۔

إِنَّا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ إِنَّا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلَبِ

اس کی بابت یہ یاد رہے کہ اتفاقاً ایک کلام آپ کی زبان سے نکل گیا جو وزن شعر پر اترا۔ نہ کہ قصداً آپ نے شعر کہا۔ حضرت جناب بن عبد اللہ فرماتے ہیں ہم حضورؐ کے ساتھ ایک غار میں تھے۔ آپ کی انگلی زخمی ہو گئی تھی تو آپؐ نے فرمایا۔

هَلْ أَنتَ إِلَّا أَصْبَعٌ دَمِيتُ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتُ

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے۔ اور تو راہ اللہ میں خون آلود ہوئی ہے۔ یہ بھی اتفاقاً ہے۔ قصداً نہیں۔ اسی طرح ایک حدیث الا السم کی تفسیر میں آئے گی کہ آپؐ نے فرمایا۔

إِنْ تَغْفِرِ اللَّهُمَّ تَغْفِرْ حَمًّا وَأَيُّ عَبْدِكَ مَا أَلَمَّا

یعنی اے اللہ تو جب بخشے تو ہمارے سبھی کے سب گناہ بخش دے ورنہ نہ یوں تو تیرا کوئی بندہ نہیں جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے بھی پاک ہو۔ پس یہ سب کے سب اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ اللہ کی تعلیم آپؐ کو شعر گوئی کی نہ تھی۔ بلکہ رب العالمین نے تو آپؐ کو قرآن عظیم کی تعلیم دی تھی جس کے پاس بھی باطل پھلک نہیں سکتا۔ قرآن حکیم کی یہ پاک نظم شاعری سے منزلوں دور تھی۔ اسی طرح کہانت سے اور گھر لینے سے اور جادو کے کلمات سے جیسے کہ کفار کے مختلف گروہ مختلف بولیاں بولتے تھے آپؐ کی تو طبیعت ان لسانی صنعتوں سے معصوم تھی۔ ^{عظیم} ابوداؤد میں ہے حضورؐ نے فرمایا میرے نزدیک یہ تینوں باتیں برابر ہیں تریاق کا پینا، گندے کا لٹکانا اور شعر بنانا۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں شعر گوئی سے آپؐ کو طبعاً نفرت تھی۔ دعائیں آپؐ کو جامع کلمات پسند آتے تھے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے تھے (احمد)

ابوداؤد میں ہے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے (ابوداؤد) مسند احمد کی ایک غریب حدیث میں ہے جس نے عشاء کی نماز کے بعد کسی شعر کا ایک مصرع بھی باندھا اس کی اس رات کی نماز ناقبول ہے۔ یہ یاد رہے کہ شعر گوئی کی قسمیں ہیں مشرکوں کی جو میں شعر کہنے شروع ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابرین صحابہؓ نے کفار کی جو میں اشعار کہے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بعض اشعار فصیحۃ ادب اور حکمتوں کے ہوتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانے کے شعراء کے کلام میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امیہ بن صلت کے اشعار کی بابت فرمان رسولؐ ہے کہ اس کے شعر تو ایمان لا چکے ہیں لیکن اس کا دل کافر ہی رہا۔ ایک صحابیؓ نے آپؐ کو امیہ کے ایک سو بیت سنائے۔ ہر بیت کے بعد آپؐ فرماتے تھے اور کہو۔ ابوداؤد میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بعض بیان مثل جادو کے ہیں اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں۔

پس فرمان ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے وہ سراسر ذکر و فصیحۃ اور واضح صاف اور روشن قرآن ہے جو شخص ذرا سا بھی غور کرے اس پر یہ کھل جاتا ہے۔ تاکہ روئے زمین پر جتنے لوگ موجود ہیں یہ ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرا دے جیسے فرمایا لَا تُذِرُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ تَاكَهٖ مِثْلُ نَجْمٍ اس کے ساتھ ڈرا دوں اور جسے بھی یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِثْلُ نَجْمٍ فَالْأَنَارُ مؤیدہ یعنی جماعتوں میں سے جو بھی اسے نہ مانے وہ سزاوارد روز ہے۔ ہاں اس قرآن سے اور نبیؐ کے فرمان سے اثر وہی لیتا ہے جو زندہ دل اور اندرونی نور والا ہو۔ عقل و بصیرت رکھتا ہو اور عذاب کا قول تو کافروں پر ثابت ہے ہی۔ پس قرآن مومنوں کے لئے رحمت اور کافروں پر اتماحمت ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا
فَهُمْ لَهَا مِلْكُونَ ﴿۵﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ
وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿۶﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۷﴾

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے جانور بھی پیدا کر دیئے ہیں جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں۔ اور ان میں شیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنادیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں ○ انہیں ان سے اور بھی بہت سے فوائد ہیں خصوصاً (دودھ کا) چٹا کیا پھر بھی یہ شکر گذاری نہیں کریں گے؟ ○

چوپائیوں کے فوائد: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۳) اللہ تعالیٰ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کی ملکیت میں دے دیئے ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نگل تکھام لے۔ اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہی سوانوں کی ایک قطار ہو ایک بچے کے ہاتھ سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔

اس حاجت کے علاوہ بعض لمبے لمبے شقت والے سفر یا آسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں۔ خود سوار ہوتے ہیں۔ اسباب لادتے ہیں۔ بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں پھر صوف اور ان کے بالوں کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں بطور علاج پیشاب کام میں آتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں کیا پھر ان کو نہ چاہیے کہ ان نعمتوں کے مستحق ہیں ان احسانوں کے محسن ان چیزوں کے خالق ان کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں؟ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَّهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۸﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ ﴿۹﴾ فَلَا يَخْرُجُكَ قَوْلُهُمْ
إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسْتُرُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۱۰﴾ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا
خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۱۱﴾ وَضَرَبَ لَنَا
مَثَلًا وَ نَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَ هِيَ
رَمِيمٌ ﴿۱۲﴾

اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں اس خیال سے کہ ان کی مدد کی جائے ○ یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں لیکن پھر بھی مشرکین ان کے لئے حاضر باش لشکر ہیں ○ پس تجھے ان کی بات غمناک نہ کرے ہم ان کی پوشیدہ اور اعلانیہ سب باتوں کو بخوبی جانتے ہیں ○ کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر بھی یہ صریح جھگڑا لوین بیجا اور ہمیں کو بائیں مارنے لگا اور اپنی اصل پیداؤں کو بھول گیا۔ کہنے لگا ان گلی مری بندوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ ○

نفع ونقصان کا اختیار کس کے پاس ہے؟ ☆ ☆ (آیت: ۷۴-۷۶) مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے

تھے کہ جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد و نصرت کریں گے ان کی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ سے بلا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں اور ان کی مدد تو کجا وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی اپنے متیں بچا نہیں سکتے۔ کوئی آئے اور انہیں تو ڈمرو ڈگر بھی چلا جائے تو یہ اس کا کچھ نہیں کر سکتے بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لا چاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے تاکہ مشرکین کی پوری ذلت و خواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں 'مطلب یہ ہے کہ بت تو ان کی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے' لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین ان کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں لیکن یہ ہیں کہ ان کے نام پر مرنے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اے نبی ان کی کفری باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں۔ ہم پر ان کا ظاہر و باطن روشن ہے۔ وقت آ رہا ہے، مگر جن کر ہم انہیں سزائیں دیں گے۔

موت کے بعد زندگی: ☆ ☆ (آیت: ۷۷-۷۸) ابی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سزی گلی ہڈی لے کر آیا اور اسے اپنی چنگی میں ملتے ہوئے جسکے اس کے ریزے ہو اس اڑ رہے تھے حضورؐ سے کہنے لگا 'آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ زندہ کرے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اللہ تجھے ہلاک کر دے گا' پھر زندہ کر دے گا' پھر تیرا شجر جہنم کی طرف ہوگا۔ اس پر اس سورت کی یہ آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا عاص بن وائل تھا اور اس آیت سے لے کر ختم سورت تک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی سے ہوا تھا۔ لیکن یہ ذرا غور طلب ہے اس لئے کہ یہ سورت مکی ہے اور عبداللہ بن ابی تو مدینہ میں تھا۔ بہر صورت خواہ ابی کے سوال پر یہ آیتیں اتری ہوں یا عاص کے سوال پر ہیں عام۔ لفظ انسان پر جو لاف لام ہے وہ جس کا ہے۔ جو بھی دوسری زندگی کا منکر ہوا اسے یہی جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر وکیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا۔ پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنی؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ اور جیسے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْسَاجٍ اُخْرِ وغیرہ۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تھیلی میں تھوکا۔ پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا۔ پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں کو دینے سے روکنا شروع کر دیا ہاں جب دم نذرے میں اٹکا تو کہنے لگا اب میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے لگا اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جانے لگا۔ اس اللہ کی قدرت سے نظریں ہٹالیں جس نے آسمان و زمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے علاوہ خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو حق کی آنکھوں پر چھری رکھ لی۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَاسًا فَاِذَا اَنْتُمْ
مِنْهُ تَوْقِدُونَ

تو جواب دے کر انہیں دوزندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جانے والا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ہبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم آگ ملگاتے ہو ○

(آیت: ۷۹-۸۰) اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول مرتبہ ان ہڈیوں کو جو اب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ سے عقبہ بن عمروؓ نے کہا: آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنائیے تو آپؐ نے فرمایا: حضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخصؓ پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میرا جنازہ آئے تو تم بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا۔ پھر اسے سمندر میں بہا دینا چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: حضورؐ نے راہ چلتے چلتے یہ حدیث بیان فرمائی جسے میں نے خود آپؐ کی زبان سے اپنے کانوں سے سنی۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی بہت سے الفاظ سے مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا تھا: میری راکھ کو ہوا کے رخ اڑا دینا۔ کچھ تو ہوا میں کچھ تو زمین میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم الہی جو راکھ اس میں تھی اسے جمع کر دیا اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر اللہ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔ پھر اپنی قدرت کے مشاہدے کے لئے اور بات کی دلیل قائم کرنے کے لئے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے بیٹے کو وہ مطلب کر سکتا ہے فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی میں درخت اگے، سبز بننا شاداب ہرے پھرے پھل والے ہوتے پھر وہ سوکھ گئے اور ان لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی کہاں وہ تری اور خشک کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں، خشک کو تر کرنا، زندہ کو مردہ کرنا، مردے کو زندگی دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو جاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی ہزٹھنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چھماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ لِكُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمَحَذَ الصُّرُخُ وَالْعَفَّارُ حَمَاءُ کا قول ہے کہ سوائے انگوڑ کے ہر درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ
مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ
شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ
مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ چنگ قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا داتا مینا ہے ○ وہ جب بھی جس کی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دیتا کافی ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے ○ پس پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹنا چاہو گے ○

اللہ ہر چیز پر قادر: ☆ ☆ (آیت: ۸۱-۸۳) اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا

کرنے سے عاجز آ جائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے جیسے فرمایا لَخَلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ یعنی آسمان و زمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں بھی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا۔ جس نے ابتدا پیدا کیا ہے اس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي اَخْرَجَ كِيَاوَهُنَّ مِنْ دُجَاهِمْ وَيَخْتَلِفُ فِي هُنَّ مِنْ زَمِينٍ وَ آسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھا کیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بیٹا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کرتا چاہتا ہے اس کا صرف حکم دے دینا کافی ہوتا ہے۔ مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے اے میرے بندو تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں گا۔ تم مجھ سے معافی طلب کرو میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا۔ تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں۔ میں جواد ہوں میں ماجد ہوں میں واحد ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی ایک کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرتا چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں کہ ہو جائے وہ ہو جاتی ہے۔ ہر برائی سے اسی جی و تقوم اللہ کی ذات پاک ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کھجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل و منعم اللہ انہیں سزا جزا دے گا اور گلہ فرماں ہے پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔ اور آیت میں ہے کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے؟ اور فرمان ہے تَبَرَّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ ہاں ملک و ملکوت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں جیسے رحمت و رحمت اور بہت و بہت اور جبر و جبروت۔ بعض نے کہا ہے کہ ملک سے مراد جسموں کا عالم اور ملکوت سے مراد ارواح کا عالم ہے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے اور یہی قول جہور مفسرین کا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک رات میں تہجد کی نماز میں اللہ کے رسول ﷺ کی اقتدا میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سات لمبی سورتیں (یعنی پونے دس پارے) سات رکعت میں پڑھیں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہہ کر رکوع سے سراٹھا کر آپ نے پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبَرِيَّاءِ وَالْعَظَمَةِ پھر آپ کا رکوع قیام کے مناسب ہی لہا تھا اور مجدد بھی مثل رکوع کے تھا۔ میری تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ ٹانگیں ٹوٹنے لگیں (ابوداؤد وغیرہ) انہی حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ حضور کو آپ نے رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے یہ دعا پڑھ کر پھر قراءت شروع کی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذِي الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبَرِيَّاءِ وَالْعَظَمَةِ پھر پوری سورہ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع میں بھی قریب قریب اتنی ہی دیر ٹھہرے رہے اور سبحان ربی العظیم پڑھتے رہے۔ پھر اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور تقریباً اتنی ہی دیر کھڑے رہے اور لربی الحمد پڑھتے رہے۔ پھر مجھ سے میں گئے وہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا اور مجددے میں حضور ﷺ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے۔ پھر مجددے سے سراٹھایا آپ کی عادت مبارک تھی کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنی دیر سجدوں میں لگاتے تھے اور رب اغفر لی رب اغفر لی پڑھتے رہے۔ چار رکعت آپ نے ادا کیں سورہ بقرہ سورہ آل عمران سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی تلاوت کی۔ حضرت شعبہؓ کو شک ہے کہ سورہ مائدہ کہا یا سورہ انعام؟ نسائی وغیرہ میں ہے حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضرتؓ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ آپ نے سورہ بقرہ کی تلاوت فرمائی ہر اس آیت پر جس میں رحمت کا ذکر ہوتا آپؐ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے اور ہر اس آیت پر جس میں عذاب کا ذکر ہوتا آپؐ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب

کرتے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا۔ وہ بھی قیام سے کچھ کم نہ تھا اور رکوع میں یہ فرماتے تھے سُبْحَانَ ذِي الْحَبْرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ پھر آپؐ نے سجدہ کیا وہ بھی قیام کے قریب قریب تھا اور سجدہ میں بھی یہی پڑھتے رہے۔ پھر دوسری رکعت میں سورہ آل عمران پڑھی۔ پھر اسی طرح ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھتے رہے۔
الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورہ یاسین کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ الصفت

(تفسیر سورہ صافات) نسائی شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور آپؐ ہمیں سورہ الصافات سے نماز پڑھاتے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالصَّفَاتِ صَفًّا ۖ فَالْزَجْرَ ۖ فَالْثَلَاثِ ۖ ذِكْرًا ۖ
إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۖ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝

بخشش اور مہربانوں والے اللہ کے نام سے شروع

حکم ہے صاف باندھے والے فرشتوں کی ○ پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی ○ پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والوں کی ○ یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے ○
آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور شرقوں کا رب وہی ہے ○

فرشتوں کا تذکرہ: ☆ ☆ (آیت ۱-۵) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ان تینوں قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔ اور بھی اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔ مسلم میں حضورؐ فرماتے ہیں ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے اور پانی کے نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لئے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔ مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے ہم سے فرمایا تم اس طرح صفیں نہیں باندھو جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم نے کہا وہ کس طرح؟ آپؐ نے فرمایا اگلی صفوں کو وہ پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں بالکل ملالیا کرتے ہیں۔ ڈانٹنے والوں سے مراد سدئی وغیرہ کے نزدیک ابرو اور بادل کو ڈانٹ کر احکام دے کر ادھر سے ادھر لے جانے والے فرشتے ہیں۔

ربیع بن انسؓ وغیرہ فرماتے ہیں قرآن جس چیز سے روکتا ہے وہ اسی سے بندش کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام بندوں کے پاس لاتے ہیں جیسے فرمان ہے فَالْمَلٰٓئِیۡتِ بِذِكْرِ اَعۡذَرًا اَوْ نَذَرًا اٰیٰتِیۡ وَیۡ اَتَا رَءُوۡسُ الْفَرَسِ ۚ کی قسم جو عذر روکتا ہے یا آگاہہ کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ان قسموں کے بعد جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمان و زمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک و متصرف ہے۔ اسی نے آسمان میں ستارے اور چاند سورج کو سرخ کر رکھا ہے جو شرق سے ظاہر ہوتے ہیں مغرب میں غروب ہوتے ہیں۔ شرقوں کا ذکر کر کے مغربوں کا ذکر اس

کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے فرمان ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی جاڑے گرمیوں کی طلوع و غروب کی جگہ کا رب وہی ہے۔

إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِزَيْنَةٍ الْكَوَكِبِ ۖ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۖ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ وَيُقَذِّفُونَ مِّنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ دُخُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۖ إِلَّا مَن خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۖ

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے بارش بنادیا ہے ○ اور ہم نے ہی اس کی نگہبانی کی ہے ہر شریر شیطان سے ○ عالم بالا کے فرشتوں کی باتوں کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگاتے بلکہ چہرے پر ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے ان کے ہنکانے کے لئے ○ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہیں ○ ہاں جو کوئی ایک آدمہ بات اچک لے بھاگے تو راسی اس کے پیچھے دھکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے ○

شیاطین اور کاہن: ☆ ☆ (آیت ۶-۱۰) آسمان دنیا کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ یہ اضافت کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بدایت کے ساتھ بھی۔ معنی دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں۔ اس کے ستاروں کی اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے جیسے اور آیت میں ہے وَلَقَدْ زَيْنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا لَنُحِيطَ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ آسمان دنیا کو زینت دی ستاروں کے ساتھ۔ اور انہیں شیطانوں کے لئے شیطانوں کے رجم کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لئے آگ سے جلادینے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

اور آیت میں ہے ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں کھب جانے والی چیز بنائی۔ اور ہر شیطان رجم سے اسے محفوظ رکھا۔ جو کوئی کسی بات کو لے اڑنا چاہتا ہے وہیں ایک تیز شعلہ اس کی طرف اترتا ہے۔ اور ہم نے آسمانوں کی حفاظت کی ہر سرکش شریر شیطان سے اس کا بس نہیں کہ فرشتوں کی باتیں سنے وہ جب یہ کرتا ہے تو ایک شعلہ لپکتا ہے اور اسے جلا جاتا ہے۔ یہ آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اللہ کی شریعت تقدیر کے امور کی کسی گفتگو کو وہ سن ہی نہیں سکتے۔ اس بارے کی حدیثیں ہم نے آیت حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ السَّحَابُ فَدَرَأْنَاهُ أَشْتَكَ الْوَدَّاعِ ۚ وَأَخْلَصَ شَرُّ الشَّيَاطِينِ ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّحْمَتِهِ فَمَا يَسَّ ۖ وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُنَاصِبُ ○ اذّا فزع السحاب فدرأناه اشتك الوداع ○ کہیں تو وہ دوسرے کو پہنچاتا ہے اس سے پہلے ہی شعلہ اسے جلا ڈالتا ہے کہیں وہ دوسرے کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو کانوں کے کانوں تک شیاطین کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں۔

ثاقب سے مراد سخت، تیز بہت زیادہ روشنی والا ہے۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ شیاطین پہلے جا کر آسمانوں میں بیٹھتے تھے اور وحی سن لیتے تھے۔ اس وقت ان پر تارے نہیں ٹوٹتے تھے۔ یہ وہاں کی وحی سن کر زمین پر آ کر ایک ایک کی دس دس کر کے کانہوں کے کانوں میں پھونکتے تھے جب حضور کو نبوت ملی پھر شیطانوں کا آسمان پر جانا منقوف ہوا اب یہ جاتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں اور انہیں جلا دیا جاتا ہے انہوں نے اس نو پیدا امر کی خبر جب ابلیس طعون کو دی تو اس نے کہا کہ کسی اہم نئے کام کی وجہ

سے اس قدر احتیاط و حفاظت کی گئی ہے چنانچہ خبر رسالوں کی جماعتیں اس نے روئے زمین پھیلا دیں جو جماعت مجاز کی طرف گئی تھی اس نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلد کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نے جا کر ابلیس کو یہ خبر دی۔ اس نے کہا، بس یہی وجہ ہے تمہارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا۔ اس کی پوری تحقیق اللہ نے چاہا تو آیت **وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ** الخ کی تفسیر میں آئے گی۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مِّنْ خَلْقٍ آثَرَ ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۖ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۖ وَإِذَا دُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۖ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ۖ وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ ؕ ؕ ؕ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۖ ؕ ؕ ؕ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۖ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۖ ؕ ؕ ؕ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۖ ؕ ؕ ؕ

ان کافروں سے پوچھو کہ آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے انسانوں کو تالیس درمیٹری سے پیدا کیا ہے ○ بلکہ تو عجب کر رہا ہے اور یہ سحر اپن کر رہے ہیں۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے نہیں مانتے ○ اور جب کسی ہجرے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں ○ اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل کھلم کھلا جادو ہی ہے ○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور بڑی ہو جائیں گے پھر کیا بچ ہم زندہ کئے جائیں گے؟ ○ یا ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا بھی؟ ○ تو جواب دے کہ ہاں ہاں اور تم ذلیل ہوؤ گے ○ وہ تو صرف ایک زور کا نعرہ ہے کہ کیا یکے بعد دیگرے دیکھتے گئیں گے ○

اللہ کے لئے دوبارہ پیدا کرنا دشوار نہیں ☆ ☆ (آیت: ۱۱-۱۹) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ ان منکرین قیامت سے پوچھو کہ تمہارا پیدا کرنا ہم پر مشکل ہے یا آسمان و زمین فرشتے جن وغیرہ کا۔ ابن مسعود کی قراءت **أَمْ مِّنْ عَذَابٍ** ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا اقرار تو نہیں بھی ہے۔ پھر مر کر جینے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بڑی اور بہت بھاری پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔ پھر انسان کی پیدائش کی کمزوری بیان فرماتا ہے کہ یہ پچکلی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس میں لیس تھا جو ہاتھوں کو چپکلی تھی۔ تو چونکہ حقیقت کو پہنچ گیا ہے ان کے انکار پر تعجب کر رہا ہے کیونکہ اللہ کی قدرت میں تیرے سامنے ہیں اور اس کے فرمان بھی۔ لیکن یہ تو اسے سن کر فی اڑاتے ہیں اور جب کبھی کوئی واضح دلیل سامنے آ جاتی ہے تو مسخر اپن کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔ ہم کسی طرح اسے نہیں مانتے کہ مر کر مٹی ہو کر پھر جی اٹھیں بلکہ ہمارے باپ دادا بھی دوسری زندگی میں آ جائیں ہم تو اس کے قائل نہیں۔ اے نبی تم ان سے کہہ دو کہ ہاں تم یقیناً دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ تم ہو کیا چیز اللہ کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہو اس کی وہ ذات ہے کہ کسی کی اس کے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ فرماتا ہے **كُلُّ أَتَوْهُ دَاجِرِينَ** ہر شخص اس کے سامنے عاجزی اور لا چاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ ایک آیت میں ہے **إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاجِرِينَ** میری عبادت سے سرکشی کرنے والے ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ مجھ پر تو بالکل ہی آسان ہے۔ صرف ایک آواز لگتے ہی ہر ایک زمین سے نکل کر دہشت ناک کے ساتھ احوال و احوال قیامت کو دیکھنے لگے گا۔ واللہ اعلم۔

وَقَالُوا يَوَيْلَنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ۖ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي
 كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۖ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا
 كَانُوا يَعْبُدُونَ ۖ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ
 الْجَحِيمِ ۖ وَقِفْهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۖ مَا لَكُمْ لَا
 تَنَاصَرُونَ ۖ بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۖ

اور کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی یہی جزا سزا کا دن ہے ○ یہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے رہے ○ ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ کے
 سوا پرستش کرتے تھے ○ ان سب کو جمع کر کے انہیں دوزخ کی راہ دکھا دو ○ اور انہیں پھر الواس لئے کہ ان سے ضروری سوال کئے جانے والے ہیں ○ کیا جہ ہے
 کہ اس وقت ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ○ بلکہ وہ سب کے سب آج فرما میرا رہن گئے ○

قیامت کے دن کفار کا بچھٹانا: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۲۱) قیامت والے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا اور بچھٹانا اور افسوس و حسرت
 کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادام ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور دہشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے ہائے! یہی تو روز جزا ہے۔ تو مومن اور
 فرشتے بطور ڈانٹ ڈپٹ اور ندامت بڑھانے کے ان سے کہیں گے ہاں یہی تو وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم سچائی مانتے تھے۔ اس دن اللہ کی
 طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو ان کے جوڑوں کو ان کے بھائی بندوں کو اور ان جیسوں کو ایک جگہ جمع کرو۔ مثلاً زانی زانیوں کے
 ساتھ سودا سودا خواروں کے ساتھ شرابی شرابیوں کے ساتھ وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظالموں کو اور ان کی عورتوں کو لیکن یہ غریب ہے۔
 ٹھیک مطلب یہی ہے کہ انہی جیسوں کو اور ان کے ساتھ ہی جن بتوں کو اور جن جن کو شریک الہی مقرر کئے ہوئے تھے سب کو جمع کرو۔ پھر ان
 سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جیسے فرمان ہے وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوْهِهِمْ اِنِّ لَیِّنِیْ اُنْھِیْ اِنْ كَے منہ کے بل اندھے
 بہرے کو نگے کر کے ہم جمع کریں گے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جس کی آگ جب کبھی بجلی ہو جائے ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ انہیں جہنم
 کے پاس کچھ دیر پھر اودتا کہ ہم ان سے پوچھ گچھ کر لیں۔

ان سے حساب لے لیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضور فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کسی چیز کی طرف بلائے وہ قیامت کے دن اسی
 کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔ نہ بیوفائی ہوگی نہ جدائی ہوگی کو ایک کوئی بلایا ہو پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عثمان بن
 زائدہ فرماتے ہیں سب سے پہلے انسان سے اس کے ساتھیوں کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ آج ایک
 دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ تم تو دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ تو کہاں؟
 بلکہ آج تو یہ ہتھیار ڈال چکے اللہ کے فرمانبردار بن گئے۔ نہ اللہ کے کسی فرمان کا خلاف کریں نہ کر سکیں نہ اس سے بچ سکیں نہ وہاں سے
 بھاگ سکیں۔ واللہ اعلم۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالُوا إِنَّكُم كُنْتُمْ
 تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۖ قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۖ وَمَا كَانِ
 لَنَا عَلَيْكُم مِّنْ سُلْطٰنٍ ۖ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِينَ ۖ فَحَقَّ

عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا إِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوا ۖ فَاعْوِیْذُكُمْ ۖ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ۝
 فَاَلَهُمْ یَوْمَیْذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ
 بِالْمُجْرِمِیْنَ ۝ اَلَهُمْ كَانُوْا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَیَقُولُوْنَ اِنَّا لَتَارْكُوْا هٰذَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ بَن
 جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وایک دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر سوال و جواب کرنے لگیں گے ○ کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس ہماری دائیں طرف سے آتے تھے ○ وہ جواب دیں گے کہ
 نہیں بلکہ تم ہی ایمان دار نہ تھے ○ کچھ ہماری زور و زوری تو تم پر تھی ہی نہیں بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے ○ اب تو ہم سب پر ہمارے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی کہ
 ہم عذاب جہنم والے ہیں ○ ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم تو خود بھی گمراہ ہی تھے ○ اب آج کے دن تو یہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ ہم گنہگاروں کے
 ساتھ اسی طرح کیا کرتے ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے ○ اور کہتے تھے کیا ہم اپنے معبودوں کو
 ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دینے والے ہیں ○ نہیں نہیں بلکہ نبی تو پرستارین لائے ہیں اور سب رسولوں کو کچا جانتے ہیں ○

دو چیزوں کا اپنے بزرگوں سے شکوہ ☆ ☆ (آیت: ۲۷-۳۷) کا فر لوگ جس طرح جہنم کے طبقتوں میں جلتے ہوئے آپس میں
 جھگڑے کریں گے اسی طرح قیامت کے میدان میں وہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے۔ کمزور لوگ زور آوروں سے کہیں گے کہ ہم تو
 تمہارے تابع فرمان تھے۔ کیا آج ہمیں تم تھوڑے بہت عذابوں سے بچا لو گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو خود تمہارے ساتھ ہی اسی جہنم میں مل
 رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما چکا۔ جیسے اور جگہ ان کی یہ بات چیت اس طرح منقول ہے کہ ضعیف لوگ متکبروں سے
 کہیں گے کہ اگر تم نہ ہو تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو خود ہی
 بدکار تھے۔ یہ کہیں گے کہ ہم نے دن رات کا کھر جگمگ ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ فکر کریں اور اس کے شریک مقرر کریں۔ عذاب کو
 دیکھتے ہی یہ سب کے سب بے طرح نام و پشیمان ہوں گے لیکن اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ ان تمام کفار کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے
 جائیں گے۔ ہاں یہ جتنی بات ہے کہ ہر ایک کو صرف اس کی کرنی بھرنی پڑے گی۔ پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور
 سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہماری دائیں جانب سے آتے تھے یعنی چونکہ ہم کمزور کم حیثیت تھے اور تمہیں ہم پر ترجیح تھی اس لئے تم ہمیں دبا
 دو کہ حق سے ناحق کی طرف پھیر دیتے تھے یہ کافروں کا مقولہ ہوگا جو وہ شیطانوں سے کہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان یہ بات جنات سے
 کہیں گے نہ تم ہمیں بھلائی سے روک کر برائی پر آمادہ کرتے تھے گناہ کو حیران اور شیریں دکھاتے تھے اور نیکی کو بری اور مشکل جتاتے تھے حق
 سے روکتے تھے۔ باطل پر بھاد دیتے تھے۔ جب کبھی نیکی کا خیال ہمارے دل میں آتا تھا تم کسی نہ کسی فریب سے اس سے روک دیتے تھے۔
 اسلام ایمان خیر و خوبی نیکی اور سعادت مندی سے تم نے ہمیں محروم کر دیا۔ توحید سے دور ڈال دیا۔ ہم تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے رہے راز دار
 بنائے رہے تمہاری باتیں مانتے رہے تمہیں بھلا آدمی سمجھتے رہے۔ اس کے جواب میں جنات اور انسان جتنے بھی سردار و بی عزت اور بڑے
 لوگ تھے ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔ تم تو خود ہی ایسے ہی تھے۔ تمہارے دل ایمان سے بھگتے
 تھے اور فکری طرف دڑ کر جاتے تھے۔ ہم نے تمہیں جس چیز کی طرف بلایا وہ وہ حق کی بات نہ تھی نہ اس کی بھلائی پر کوئی دلیل تھی لیکن
 چونکہ تم بطعاً برائی کی طرف مائل تھے خود تمہارے دلوں میں سرکشی اور برائی تھی اس لئے تم نے ہمارا کہا مان لیا۔ اب تو ہم سب پر اللہ کا

قول ثابت ہو گیا کہ ہم یقیناً عذابوں کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ یہ بڑے لوگ چھوٹوں سے یہ متبوع لوگ اپنے تابعداروں سے کہیں گے کہ ہم تو خود ہی دیکھتے ہوئے تھے۔ ہم نے تمہیں بھی اپنی ضلالت کی طرف بلایا۔ تم دوڑے ہوئے آ گئے۔ بتاؤ تم نے ہماری بات مان لی؟ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے 'پس آج کے دن سب لوگ جہنم کے عذابوں میں شریک ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ مجرموں کے ساتھ ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ مومنوں کی طرح اللہ کی توحید کے قائل نہ تھے بلکہ توحید کی آواز سے تکبر و نفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں جب تک کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہہ لیں۔ جو اسے کہہ لے اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچالی مگر اسلامی فرمان سے۔ اور اس کا باطنی حساب اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ کی کتاب میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور ایک منکر قوم کا ذکر ہے کہ وہ اس حکم سے روگردانی کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ابو العلاء سے مروی ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اللہ کی اور عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا 'اچھا بائیں طرف آؤ۔ پھر نصرانیوں سے یہی سوال ہوگا۔ وہ کہیں گے اللہ کی اور مسیح کی۔ تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا۔ پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا جائے گا تو وہ تکبر کریں گے۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حکم ہوگا انہیں بھی بائیں طرف لے چلو۔ فرشتے انہیں پرندوں سے بھی جلدی پہنچادیں گے۔ پھر مسلمانوں کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ یہ کہیں گے صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تو ان سے کہا جائے گا 'کیا تم اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ یہ کہیں گے ہاں۔ پوچھا جائے گا تم کیسے پہچان لو گے؟ حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں۔ یہ جواب دیں گے ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے تئیں انہیں پہنچوائے گا اور ان کو نجات دے گا۔ یہ کلمہ توحید اور درمشرک سن کر جواب دیتے تھے کہ کیا اس شاعر و مجنون کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ماننا تو ایک طرف الے رسول اللہ کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ تو بالکل سچے ہیں بچ کر آئے ہیں ساری شریعت سراسر حق ہے۔ خبریں ہوں تو اور حکم ہوں تو۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے۔ ان رسولوں نے جو مفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح صدق آپ ہی ہیں۔ یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء نے کئے۔ جیسے اور آیت میں ہے مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ الخ یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔

إِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيمِ ۝ وَمَا تَجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۝ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۝ بَيضًا لَّدَّةٍ لِلشَّرِبِ ۝ لَا فِيهَا غَوْلٌ ۝ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قَصْرَتُ الظَّرْفِ عِوًى ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ۝

یقیناً تم دردناک عذابوں کے حشر سے بچنے والے ہو ○ تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے ○ مگر اللہ کے خالص برگزیدہ بندے ○ انہی کے لیے مقررہ روزی ہے۔ سو یہ ہر طرح کے اور وہی ذی عزت و اکرام ہیں ○ نعمتوں والی جنوں میں ○ جنوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں ○ جاری شراب کے جام کا ان پر دور چل رہا ہوگا ○ جو سفید اور پینے میں لذیذ ہوگی ○ نہ اس سے دوسرے ہو اور نہ اس کے پینے سے بچنے لگیں ○ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ○ ایسی جیسے چھپائے ہوئے موتی ○

متقیوں کے لئے نجات اور انعامات : ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۴۹) اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تم انسان کا عذاب بچنے والے ہو۔ اور صرف اسی کا بدلہ دینے جانے والے ہو جسے تم نے کیا دھرا ہے۔ پھر اپنے مخلص بندوں کو اس سے الگ کر لیتا ہے جیسے وَالْعَصْرِ میں فرمایا کہ تمام انسان گناہ میں ہیں مگر ایماندار نیک اعمال۔ اور سورۃ وَالْقَيْنِ میں فرمایا ہم نے انسان کو بہت اچھی پیدا کر لیا ہے اور پھر اسے بچوں کا بیج کر دیا مگر جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور سورۃ مَرْيَم میں فرمایا وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا اِلٰخِ تم میں سے ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ تو تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے لیکن پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور غالموں کو اسی میں گرے پڑے چھوڑ دیں گے۔ سورۃ مدثر میں ارشاد ہوا ہے كُلُّ نَفْسٍ اِلٰخِ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں مشغول ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آچکا ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی اپنے خاص بندوں کا استنفا کر لیا کہ وہ انسان کا عذابوں سے حساب کے پھنداؤں سے الگ ہیں بلکہ ان کی برائیوں سے درگزر فرمایا گیا ہے اور ان کی نیکیاں بڑھا چڑھا کر ایک کی دس دس گئی بلکہ سات سات سو گئی کر کے بلکہ اس سے بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر انہیں دی گئی ہیں۔ ان کے لئے مقررہ روزی ہے اور وہ قسم قسم کے میوہ جات ہیں۔ وہ محروم ہیں ذی عزت ہیں ذی اکرام ہیں ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے بڑا ادب لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ نعمتوں سے پر جنوں میں ہیں۔ وہاں کے جنوں پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی پیٹھ کسی کی طرف نہیں۔

ایک مرفوع غریب حدیث میں بھی ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا ہر ایک کی نگاہیں دوسرے کے چہرے پر پڑیں گی آئے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اس شراب کے دوران میں چل رہے ہوں گے جو جاری ہے۔ جس کے قسم ہو جائے، قسم ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ جو باہر باطن میں آراستہ ہے۔ خوبیاں ہیں برائیاں نہیں۔ رنگ کی سفید مزے کی بہت اچھی لذیذ۔ نہ اس کے پینے سے سر درد ہونہ یک جھک گئے دنیا کی شراب میں یہ آفتیں تھیں پیٹ کا درد سر کا درد ہیوشی بدحاشی وغیرہ لیکن جنت کی شراب میں ان میں سے ایک برائی بھی موجود نہیں رہی۔ دیکھنے میں خوش رنگ پینے میں لذیذ فوائد میں اعلیٰ سرور و کیف میں عمدہ لیکن سادہ بدھ دور کر دینے والی بدست بنا دینے والی نہیں نہ بدبودار نہ بدنظر نہ قابل نفرت۔ بلکہ خوشبودار خوش رنگ خوش ذائقہ خوش فائدہ اس کے پینے سے پیٹ میں درد نہیں ہوتا اور اس کی کثرت ضرر رساں نہیں خلاف طبع نہیں۔ سر بھاری نہیں ہو جاتا چکر نہیں آتے گرائی محسوس نہیں ہوتی۔ ہوش و حواس جاتے نہیں رہتے۔ کوئی ایذا تکلیف دے، مصلی نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں شراب میں چار برائیاں ہیں۔ نشہ، سرور دے اور پشٹاب۔ جنت کی شراب ان تمام برائیوں سے پاک ہے۔ دیکھ لو سورۃ الصافات۔ ان کے پاس نیچی نگاہوں والی، مٹی کی نظروں والی پاک دامن عقیقہ حوریں ہیں جن کی نگاہ اپنے خاوندوں کے چہرے کے سوا کبھی کسی کے چہرے پر نہیں پڑتی اور نہ پڑے گی۔ بڑی بڑی موٹی موٹی ریلی آنکھیں ہیں۔ حسن صورت، حسن سیرت دونوں چیزیں ان میں موجود ہیں۔ جس طرح حضرت زینبہؓ نے حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ دونوں خوبیاں دیکھیں۔ عورتوں نے جب انہیں طعنے دینے شروع کئے تو ایک دن سب کو بلا کر بٹھالیا اور حضرت یوسفؑ کا پورا بناؤ سنگھارا کر کر بلایا۔ عورتوں کی نگاہیں ان کے جمال کو

دیکھ کر خیرہ ہو گئیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو فرشتہ ہیں۔ اسی وقت کہا یہی تو ہیں جن کے بارے میں تم سب مجھے ملامت کر رہی تھیں۔ واللہ میں نے ان کو ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ پاک دامن ہی رہا۔ یہ باوجود جمال ظاہری کے حسن باطنی بھی رکھتا ہے۔ بڑا پاکباز اُمین پارسا متقی پرہیز گار ہے۔ اسی طرح حوریں ہیں کہ جمال ظاہری کے ساتھ ہی باطنی خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہیں۔

پھر ان کا مزید حسن بیان ہو رہا ہے کہ ان کا گورا گورا پنڈ اور بھوکا سارنگ ایسا چمکیلا دلکش اور جاذب نظر ہے کہ گویا محفوظ موتی۔ جس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچا ہو جو سیپ سے نہ نکلا ہو جسے زمانے کی ہوانہ لگی ہو جو اپنی آبداری میں بے مثل ہو۔ ایسے ہی ان کے اچھوتے جسم ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گویا وہ انڈے کی طرح ہیں۔ انڈے کے اوپر کے چھلکے کے نیچے چھوٹے چھلکے جیسے ان کے بدن ہیں۔ ایک حدیث میں ام سلمہؓ کے سوال پر حضورؐ نے فرمایا: حور عین سے مراد بہت بڑی آنکھوں والی سیاہ پلکوں والی حوریں ہیں۔ پھر پوچھا: عین کنوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: انڈے کے اندر کی سفید جھلی۔ ابن ابی حاتم میں ہے: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں کھڑا کیا جاؤں گا اور جبکہ وہ جناب باری میں پیش ہوں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا اور جب وہ غمگین ہو رہے ہوں گے تو میں انہیں خوشخبریاں سنائے والا ہوں گا اور ان کا سفارش بنوں گا جب کہ یہ روکے ہوئے ہوں گے۔ حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں اکرام و عزت والا میں ہوں۔ یہ میں بطور نحر کے نہیں کہہ رہا۔ میرے آگے چھپے قیامت کے دن ایک ہزار خدام گھوم رہے ہوں گے جو مثل چھپے ہوئے انڈوں یا اچھوت موتیوں کے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فَاقْبَلْ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي
كَانَ لِي قَبْرٌ ۖ يَقُولُ آيَتُكَ لِمَنِ الْمُصَدِّقِينَ ۖ إِذَا مِتْنَا
وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ أَنَا لَمَدِينُونَ ۖ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّقْطِعُونَ
فَاطْلَعَ قَرَاهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدْتَ لَتُرْدِينَ ۖ^(۱)
وَلَوْ لَا نِعْمَتُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۖ أَفَمَا
نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۖ إِلَّا مَوْتَتْنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَدِّبِينَ ۖ إِنْ
هَذَا هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۖ لِمِثْلِ هَذَا قَلِيعَمَلِ الْعَمَلُونَ ۖ

ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے پوچھیں گے ○ ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین تھا ○ جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو قیامت کے آنے کا یقین کرنے والوں میں سے ہے؟ ○ کیا جبکہ ہم کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے؟ کیا اس وقت ہم جلاد دیے جانے والے ہیں ○ کہے گا: تم چاہتے ہو تو جہنم تک کر دو کھلو؟ ○ جہاں تکے ہی اسے تو پھینچ جہنم میں جلا ہوا دیکھے گا ○ کہے گا: واللہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی برباد کر دے ○ اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر کیا گیا ہوتا ○ کیا یہ سچ ہے کہ ہم مرنے والے ہی نہیں؟ ○ جو پہلی ایک موت کے اور نہ ہم مذکب کے جانے والے ہیں؟ ○ پھر تو ظاہر بات ہے کہ بڑی کامیابی ہے ○ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو مل کرنا چاہئے ○

محسن مقروض ☆ ☆ (آیت: ۵۰-۶۱) جب جنتی مومن مزے اڑاتے ہوئے بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بلند و بالا خانوں میں عیش و عشرت کے ساتھ آپس میں مل جل کر تختوں پر بٹکے لگائے بیٹھے ہوں گے ہزار ہا پری جمال خدام علیقہ شعاری سے کمر بستہ

خدمت پر مامور ہوں گے حکم احکام دے رہے ہوں گے، قسم قسم کے کھانے پینے اور سنے اور طرح طرح کی لذتوں سے فائدہ مندی حاصل کرنے میں مصروف ہوں گے۔ دور شراب طہور چل رہا ہوگا وہاں باتوں ہی باتوں میں یہ ذکر نکل آئے گا کہ دنیا میں کیا کیا حال گزرے۔ کیسے کیسے دن کئے۔ اس پر ایک شخص کہے گا میری سنو میرا شیطان میرا ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تعجب سا تعجب ہے کہ تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے ہم کو کھلی بوسیدہ مٹی کی ہڈی بن جائیں گے اس کے بعد بھی ہم حساب کتاب بجز اس کے لئے اٹھائے جائیں گے مجھے وہ شخص جنت میں تو نظر بڑا نہیں کیا عجیب کہ وہ جہنم میں گیا ہو تو اگر چاہو تو میرے ساتھ چل کر جہنم کر دیکھ لو۔ جہنم میں اس کی یاد رگت ہو رہی ہے۔ اب جو جھانکتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ شخص سر تا پا جل رہا ہے خود وہ آگ بن رہا ہے جہنم کے درمیان میں کھڑا ہے اور بے بسی کے ساتھ جل جھن رہا ہے اور ایک اسے ہی کیا دیکھے گا کہ تمام بڑے بڑے لوگوں سے جہنم بھرا ہے۔ کعب احبار فرماتے ہیں جنت میں جنتی جب بھی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کو جلتے جھلتے دیکھ کر خوش ہو کر شہر الہی کرتے ہیں۔ جنتی اسے دیکھتے ہی کہے گا کہ حضرت آپ نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے جاہ ہی کر ڈالتے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے بچے سے چھڑا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بری گت ہوتی اور میں بھی تیرے ساتھ کھنچا کھنچا جہنم میں آ جاتا اور جلا رہتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیر کھائی چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا اور تیرے اثر سے مجھے محفوظ رکھا۔ تو نے تو فتنے پیا کرنے میں کوئی کی باقی نہیں رکھی تھی۔

اب مومن اور ایک بات کہتا ہے جس میں اس کی اپنی تسکین اور کامیابی کی خبر ہے کہ وہ پہلی موت تو مر چکا ہے۔ اب ہمیشہ کے گھر میں ہے۔ نہ یہاں اس پر موت ہے نہ خوف ہے نہ عذاب ہے نہ وہاں ہے اور یہی بہترین کامیابی اور فلاح ابدی ہے۔ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے سے اپنی پسند کا جتنا چاہو کھاؤ پیو۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جنتی جنت میں مر رہے ہیں نہیں تو وہ یہ سن کر سوال کریں گے کہ کیا اب ہمیں موت تو نہیں آنے کی۔ کسی وقت عذاب تو نہیں ہوگا؟ تو جواب ملے گا نہیں ہرگز نہیں۔ چونکہ انہیں کھکا تھا کہ موت آ کر یہ لذتیں فوت نہ کر دے جب یہ دھڑکا ہی جاتا رہا تو وہ سکون کا سانس لے کر کہیں گے شکر ہے یہ تو کھلی کامیابی ہے اور بڑی ہی مقصد یابی ہے۔

اس کے بعد فرمایا ایسے ہی بدلے کے لئے عاملوں کو مل کر ناپاچے فائدہ تو فرماتے ہیں یہ اہل بت کا مقولہ ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں اللہ کا فرمان ہے مطلب یہ ہے کہ ان بھی نعمتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو دنیا میں بھرپور رغبت کے ساتھ عمل کرنا چاہیے تاکہ انجام کار ان نعمتوں کو حاصل کر سکیں۔ اسی آیت کے مضمون سے ملتا جلتا ایک قصہ ہے۔ اسے بھی سن لیجئے۔ دو شخص آپس میں شریک تھے۔ ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں۔ ایک چونکہ پیشے حرفے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا اس لئے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے۔ آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جائے۔ آپ کام کاج سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لئے اور جدا جدا ہو گئے۔ پھر اس حرفے والے نے بادشاہ کے مر جانے کے بعد اس کا شای کل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے اس ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا تھا میں نے کسی چیز کی؟ اس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا اللہ اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصردنیوی خریدا کیا ہے ابھ میں تجھ سے جنت کا کل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار اشرفی خرچ کرتا ہوں چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار اللہ کی راہ خرچ کر دیئے۔ پھر اس دنیا دار شخص نے ایک زمانہ کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا۔ دعوت میں اپنے اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار

دینا خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بارالہا! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں اور وہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس نے اسے بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید کئے ہیں۔ دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اللہ میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں۔ میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں چنانچہ اس رقم کو مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ پھر فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا۔ اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے ایک محل میں پہنچایا گیا جہاں پر ایک بہترین حسین عورت بھی اسے ملی اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا۔ فرشتے نے بتایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جہنم کی راہ دیکھ سکتے ہو۔ اس نے جب اسے جہنم میں جلا دیکھا تو اس سے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چمک دے جاتا اور یہ تو رب کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔ ابن جریر فرماتے ہیں یہ تشدید والی قراءت کی مزید تائید کرتی ہے۔

اور روایت میں ہے کہ تین تین ہزار دینار تھے۔ ایک کافر تھا۔ ایک مومن تھا۔ جب یہ مومن اپنی کل رقم راہ الہی میں خرچ کر چکا تو ٹوکری سر پر رکھ کر کدال پھاڑا لے کر مزدوری کے لئے چلا۔ اسے ایک شخص ملا اور کہا اگر تو میرے جانوروں کی سائسی کرے اور گوہر اٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دے دوں گا۔ اس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا لیکن یہ شخص بڑا بے رحم بدگمان تھا۔ جہاں اس نے کسی جانور کو پیار یا دہلا پتلا دیکھا کہ اس مسکین کی گردن توڑتا۔ خوب مارتا پینٹتا اور کہتا کہ اس کا داند تو لیتا ہوتا ہوگا۔ اس مسلمان سے یہ سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں۔ اس کی سمجھی ہے۔ باغات ہیں۔ وہاں کام کاج کروں گا اور وہ مجھے روٹی کھلاوے دیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ضائع دیکھ کر حیران ہو گیا ایک بلند بالا محل ہے۔ دربان ڈیوڑھی اور پہرے دار کی چوکی دار غلام لونڈیاں سب موجود ہیں۔ یہ ٹھکانا اور دربانوں نے اسے روکا۔ اس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر کرو۔

انہوں نے کہا اب وقت نہیں۔ تم ایک کونے میں پڑے رہو۔ صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان ہی لیں گے ورنہ پھر ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی۔ اس مسکین کو یہی کرنا پڑا جو کبل کا ٹکڑا یہ جسم سے لپٹے ہوئے تھا اسی کو اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دبک کر پڑ گیا۔ صبح کے وقت اس کے راستے پر جا کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلا اور اس پر نگاہ پڑی تو تعجب ہو کر پوچھا کہ ہیں؟ کیا یہ حالت ہے مال کیا ہوا؟ اس نے کہا وہ کچھ نہ پوچھو۔ اس وقت تو میرا کام جو ہے اسے پورا کر دو یعنی مجھے اجازت دو کہ میں تمہاری کھتی باڑی کا کام مکمل کروں اور تو کروں کے کروں اور آپ مجھے صرف کھانا دے دیا کیجئے اور جب یہ مکمل پھٹ ٹوٹ جائے تو ایک مکمل اور خرید دینا۔ اس نے کہا نہیں نہیں۔ میں اس سے بہتر سلوک تمہارا ہے نہ تھ کر کے لئے تیار ہوں لیکن پہلے تم یہ بتاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ کہا میں نے اسے ایک شخص کو قرض دی ہے۔ کہا کسے؟ کہا ایسے کو جو نہ لے کر کمرے نہ دیئے سے انکار کرے کہا وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے۔ یہ سنتے ہی اس کافر نے اس مسلمان کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا لیا اور اس سے کہا 'حق ہوا ہے۔ یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو کر پھر جنیں اور اللہ ہمیں بدلے دے؟' حاجب تو ایسا ہی بودا اور ایسے عقیدوں والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔

پس وہ کافر تو حرے اڑا تا رہا اور یہ مومن سختی سے دن گزارتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو نعمتیں اور جہنم میں وہ انداز و شمار سے زیادہ تھیں۔ اس نے جو دکھا کہ حد نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بے شمار درخت اور باغات ہیں اور جا بجا نہریں اور چشمے ہیں تو پوچھایہ سب کس کا ہے؟ جواب ملا یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! اللہ کی یہ تو بڑی ہی مہربانی ہے۔ اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لوٹ کر غلام دیکھے کہ کتنی نہیں ہو سکتی پوچھایہ کس کے ہیں؟ کہا گیا سب آپ کے۔ اسے اور تعجب اور خوش ہوئی۔ پھر جو آگے بڑھا تو سرخ یا قوت کے محل نظر آئے۔ ایک موتی کا محل ہر محل میں کئی کئی حوریں ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب بھی آپ کا ہے۔ پھر تو اس کی باجیس محل گئیں۔ کہنے لگا اللہ جانے میرا وہ کافر سا بھی کہاں ہوگا؟ اللہ اسے دکھائے گا کہ وہ سچ جہنم میں جل رہا ہے۔ اب ان میں وہ باتیں ہوں گی جن کا ذکر یہاں ہوا ہے۔ پس مومن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں انہیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اسے کوئی نظر نہ آئے گی۔

اذْ لِكَ خَيْرٌ ثَرًا اَمْ شَجَرَةُ الرَّقْمِ ۚ اِنَّا جَعَلْنَهَا فِتْنَةً
لِّلظَّالِمِيْنَ ۚ اِنْهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۚ
طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُؤْسُ الشَّيْطٰنِ ۚ فَالْتَمَهُمْ لَا يَكُوْنُ مِنْهَا فَمَا لُوْنٌ
مِنْهَا الْبُطُوْنُ ۚ ثُمَّ اِنْ لَّهُمْ عَلَيْهَا لَشُوبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۚ ثُمَّ
اِنْ مَّرَجَعُهُمْ لَا اِلٰى الْجَحِيْمِ ۚ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اَبَاءَهُمْ ضَالِّيْنَ ۚ فَهُمْ
عَلٰى اَثَرِهِمْ يَمْهَرُوْنَ ۚ

کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا سیٹھ کا درخت ○ جسے ہم نے ستھاروں کے لئے سخت سزا بنا رکھا ہے ○ جو درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے ○ جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں ○ جنہی اسی درخت کو کھائیں گے اور اسی سے پینے پوچھ لیں گے ○ پھر اس پر گرم جلتے جلتے پانی کی طوفانی ہوگی ○ پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی آگ کے ڈھیر کی طرف ہوگا ○ یقیناً مانو کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو بہکا ہوا پایا ○ یا انہی کے نشان قدم پر دوڑے بھاگے چلتے رہے ○ زقوم اور طوبی: ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۷۰) جنت کی نعمتوں کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ اب لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ وہ جگہ اور وہ نعمتیں بہتر ہیں؟ یا زقوم کا درخت جو درختوں کا کھانا ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد خاص ایک ہی درخت ہو اور وہ تمام جہنم میں پھیلا ہوا ہو جیسے طوبی کا ایک درخت ہے جو جنت کے ایک ایک محل میں پھینچا ہوا ہے۔ اور ممکن ہے کہ مراد زقوم کے درخت کی جنس ہو۔ اس کی تائید آیت لَا يَكُوْنُ مِنْ شَجَرٍ اَخٍ سے بھی ہوتی ہے۔ ہم نے اسے ظالموں کے لئے فتنہ بنایا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں شجرہ زقوم کا ذکر کرنا انہوں کے لئے فتنہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے۔ لو اور سنو آگ میں اور درخت؟ آگ تو درخت جلا دینے والی ہے۔

یہ نبی کہتے ہیں جہنم میں درخت آگے گا۔ تو اللہ نے فرمایا ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہو گی۔ ابو جہل ملعون اسی پر ہنسی اڑاتا تھا اور کہتا تھا میں تو خوب مزے سے مجبور کھن کھاؤں گا اسی کا نام زقوم ہے۔ الغرض یہ بھی ایک امتحان ہے۔ بھلے لوگ تو اس سے ڈر گئے اور بدوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ جیسے فرمان ہے وَمَا جَعَلْنَا الرَّءْيٰى اِلَّا اَنْزِلًا لِّاَخٍ جُو مَظْهَرِہُمْ نَہِ تَجَبُّہُ دَکْھَا یَا تَھَا وَہ مَرفِہِ اس لَے ہِ کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے اور اسی طرح اس نامبارک درخت کا ذکر بھی۔ ہم تو انہیں

دھکار ہے ہیں مگر یہ نافرمانی میں بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ اس درخت کی اصل جڑ جہنم میں ہے۔ اس کے خوشے اور شاخیں بھیا تک ڈراؤنی، لمبی، چوڑی، دور دور تک شیطانوں کے سروں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ گویا شیطان کو بھی کسی نے دیکھا نہیں لیکن اس کا نام سنتے ہی اس کی بد صورتی اور خباثت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ یہی حال اس درخت کا ہے کہ دیکھنے اور چمکنے میں ظاہر اور باطن میں بری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سانپوں کی ایک قسم ہے جو بدترین بھیا تک اور خوفناک شکل کے ہوتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نبات کی ایک قسم ہے جو بہت بری طرح پھیل جاتی ہے۔ لیکن یہ دونوں احتمال درست نہیں۔ ٹھیک بات وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اسی بد منظر بد بوند ذائقہ بد مزہ بد خصال تصور کو انہیں جبراً کھانا پڑے گا۔ اور ٹھونس ٹھونس کر انہیں کھلایا جائے گا کہ یہ بجائے خود ایک زبردست عذاب ہے۔ اور آیت میں ہے لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ اِخ ان کی خوراک وہاں صرف کانٹوں دار تصور ہوگا جو نہ انہیں فریہ کر سکے نہ بھوک مٹا سکے۔ حضورؐ نے ایک بار آیت اَتَقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهِ کی تلاوت کر کے فرمایا، اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کی خوراکیں خراب ہو جائیں۔ اس کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی یہی ہو (ترمذی وغیرہ)

پھر اس زقوم کے کھانے کے ساتھ ہی انہیں اوپر سے جہنم کا کھولنا گرم پانی پلایا جائے گا۔ یا یہ مطلب کہ اس جہنمی درخت کو جہنمی پانی کے ساتھ ملا کر انہیں کھلایا پلایا جائے گا اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنمیوں کے زخموں سے لہو پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا اور جوان کی آنکھوں سے اور پوشیدہ راستوں سے نکلا ہوا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا انہیں سخت ایذا ہوگی۔ بڑی کراہیت آئے گی۔ پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو ان کی بھاپ سے اس کے چہرے کی کھال جھلس کر جھڑ جائے گی اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائے گا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانے کے راستے سے باہر آ جائیں گی (ابن ابی حاتم)

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں جب جہنمی بھوک کی شکایت کریں گے تو زقوم کھلایا جائے گا جس سے ان کے چہرے کی کھالیں بالکل الگ ہو کر پڑیں گی۔ اس طرح انہیں پہچاننے والا اس میں ان کے منہ کی پوری کھال دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پھر پیاس کی شدت سے چٹا ہو کر وہ ہائے وائے پکاریں گے تو انہیں پھلے ہوئے تانبے جیسا گرم پانی دیا جائے گا جو چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کے گوشت کو جھلس دے گا اور تمام گوشت گر پڑے گا اور پیٹ میں جا کر آنتوں کو کاٹ دے گا۔ اوپر سے لوہے کے تھوڑے مارے جائیں گے اور ایک ایک عضو بدن الگ الگ جھڑ جائے گا بری طرح چٹختے چٹختیوں گے۔ فیصلہ ہوتے ہی ان کا ٹھکانا جہنم ہو جائے گا جہاں طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے يَطْوُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَبِيبَانِ جہنم اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت تَمَّ اِنْ مَقِيلُهُمْ لَا اِلٰى الْحَجِيزِ ہے۔ حضرت عبداللہ کا فرمان ہے کہ واللہ آدھے دن سے پہلے ہی پہلے دونوں گردہ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے اور وہیں قیلوہ یعنی دو پہر کا آرام کریں گے قرآن فرماتا ہے اَصْحَابُ الْحَنَةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيلًا جتنی باعتبار جائے قیام کے بہت اچھے ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بھی بہت اچھے ہوں گے۔

الغرض قیلوہ کا وقت دونوں کا اپنی اپنی جگہ ہوگا۔ آدھے دن سے پہلے پہلے اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس بناء پر یہاں ثم کا لفظ خبر پر خبر کے عطف کے لئے ہوگا۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا۔ لیکن پھر بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے پڑے۔ مجبوروں اور بیوقوفوں کی طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِينَ ۝ الْإِعْبَادَ لِلَّهِ الْمُخْلِصِينَ ۝ وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحَ ۝ فَلْنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ۝ وَجَنَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَّمَ عَلَى نُوْحٍ فِي الْعِلْمِينَ ۝ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ ثُمَّ أَعْرَفْنَا الْآخِرِينَ ۝

ان سے پہلے بھی بہت سے اگلے بہک چکے ہیں ○ جن میں ہم نے آگاہ کرنے والے رسول بھیجے تھے ○ اب تو دیکھ لے کہ جنہیں دھکایا گیا تھا ان کا انجام کیا نکم ہوا؟ ○ سوائے اللہ کے ہرگز یہ شخص بندوں کے ○ ہمیں نوح نے پکارا تو دیکھ لو کہ ہم کیسے اچھے دعا کے قبول کرنے والے ہیں ○ ہم نے اسے اور اس کے تابعداروں کو اس زبردست مصیبت سے بچالیا ○ اس کی اولاد ہم نے باقی رہنے والی بنادی ○ اور ہم نے اس کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا ○ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلے دیتے ہیں ○ وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا ○ پھر ہم نے باقی کے سب لوگوں کو ڈیوریا ○

سابقہ امتیں: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۴) گزشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے۔ اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ ان میں بھی اللہ کے رسول آئے تھے۔ جنہوں نے انہیں ہوشیار کر دیا تھا اور ڈرا دھمکایا تھا اور بتلادیا تھا کہ ان کے شرک و کفر اور تکذیب رسول سے بے طرح اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں عذاب ہوں گے۔ پھر بھی جب انہوں نے نبیوں کی نہ مانی اپنی برائی سے باز نہ آئے تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ جس جس کو دیے گئے۔ تباہ و برباد کر دیے گئے۔ ہاں نیک کار غلوں والے اللہ کے موجد بندے بچائے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔

نیک لوگوں کے نام زندہ رہتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۷۵-۸۲) اوپر کی آیتوں میں پہلے لوگوں کی گمراہی کا اجمالاً ذکر تھا۔ ان آیتوں میں تفصیلی بیان ہے۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجاتے رہے لیکن تاہم قوم گمراہی پر جمی رہی سوائے چند پاک باز لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ بلکہ ستائے اور تکفیس دیتے رہے آخر کار اللہ کے رسول نے ٹھک آ کر رب سے دعا کی کہ اللہ میں عاجز آ گیا۔ تو میری مدد کر۔ اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اور تمام کفار کو تباہ آب و غرق کر دیا۔ تو فرماتا ہے کہ نوح نے ٹھک آ کر ہمارے جناب میں دعا کی۔ ہم تو ہیں ہی بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے فوراً ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور اس تکذیب والہ اسے جو انہیں کفار سے روزمرہ پہنچ رہی تھی ہم نے بچالیا۔ اور انہی کی اولاد سے پھر دنیا بسنی کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں تمام لوگ حضرت نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ترقی کی مرفوع حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ سام تمام اور یافث کی پھر اولاد پہیلی اور باقی رہی۔ مسند میں یہ بھی ہے کہ سام سارے عرب کے باپ ہیں اور حام تمام جش کے اور یافث تمام روم کے۔ اس حدیث میں رومیوں سے مراد روم اول یعنی یونانی ہیں۔ جو رومی بن لطی بن یونان بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سعید

بن مسیبؓ کا فرمان ہے کہ حضرت نوحؑ کے ایک لڑکے سام کی اولاد عرب فارس اور رومی ہیں اور یافت کی اولاد ترک مغالیہ اور یاجوج ماجوج ہیں اور حام کی اولاد قطیف سوڈانی اور بربری ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت نوحؑ کی بھلائی اور ان کا ذکر خیر ان کے بعد کے لوگوں میں اللہ کی طرف سے زندہ رہا۔ تمام انبیاء کی حق گوئی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ ہمیشہ ان پر لوگ سلام بھیجتے رہیں گے اور ان کی تعظیم بیان کرتے رہیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام پر سلام ہو۔ گویا اگلے جملے کی تفسیر ہے۔ یعنی ان کا ذکر بھلائی سے باقی رہنے کے معنی ہیں کہ ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ ہماری عبادت و اطاعت پر جم جائے ہم بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوحؑ یقین و ایمان تو حید پر جم جانے والوں میں سے تھے۔ نوحؑ اور نوح والوں کا تو یہ واقعہ ہوا۔ لیکن نوحؑ کے مخالفین غارت اور غرق کر دیے گئے۔ ایک آکھ جھپکنے والی ان میں باقی نہ بچی ایک خبر رساں زندہ رہا نشان تک باقی نہ بچا۔ ان کی ہڈیاں اور براہیں ایاں رہ گئیں جن کی وجہ سے مخلوق کی زبان پر ان کے یہ بدترین افسانے چڑھ گئے۔

وَإِن مِّن شَيْعَةٍ لَّا بُرْهِيْمٌ ۖ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝
إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۖ أَفَبِكَا إِلَهَةٍ دُونِ اللَّهِ
تُرِيدُونَ ۖ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

نوحؑ کی تابعداری کرنے والوں میں سے ہی ابراہیمؑ بھی تھے ○ جبکہ اپنے رب کے پاس بے عیب دل لائے ○ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کے پوج رہے ہو؟ ○ کیا تم اپنی فاسد رائے سے اللہ کے سوا دوسروں کے مرید بن رہے ہو؟ ○ تو یہ بتلاؤ کہ تم نے رب العالمین کو کیا بھڑکھا ہے؟ ○

اب بھی سنبھل جاؤ: ☆ ☆ (آیت: ۸۳-۸۷) ابراہیم علیہ السلام بھی نوحؑ کے دین پر تھے انہی کے طریقے اور چال چلن پر تھے۔ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے گئے یعنی توحید والا جو اللہ کو حق جانتا ہو۔ قیامت کو آنے والی مانتا ہو۔ مردوں کو دوبارہ جننے والا سمجھتا ہو۔ شرک و کفر سے بیزار ہو دوسروں پر لعن طعن کرنے والا نہ ہو۔ غلیل اللہؑ نے اپنی تمام قوم سے اور اپنے سگے باپ سے صاف فرما دیا کہ یہ تم کس کی پوجا پاٹ کر رہے ہو؟ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت چھوڑ دو۔ اپنے ان جھوٹ مٹھہ کے معبودوں کی ارادات چھوڑ دو۔ ورنہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کچھ نہ کرے گا اور تمہیں کیسی کچھ سخت ترین سزائیں دے گا؟

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۖ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۖ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ
مُذْبِرِينَ ۖ فَرَاغَ إِلَى إِلَهِتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۖ مَا لَكُمْ لَا
تَنْطِقُونَ ۖ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۖ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ
يَزْفُونَ ۖ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۖ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا
تَعْمَلُونَ ۖ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْفَوْهُ فِي الْجَحِيمِ ۖ فَرَادُوا
بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۖ

اب ابراہیم نے ایک نگاہ ستاروں کی طرف اٹھائی اور کہا میں تو تیار ہو جاؤں گا ○ اس پر وہ سب اس سے منہ موڑے ہوئے واپس چلے گئے ○ آپ چپ چپاتے ان

کے معبودوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ ○ تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے؟ ○ پھر تو پوری قوت کے ساتھ داکیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پہل پڑے ○ بت پرست دوڑے بھاگے آپ کی طرف متوجہ ہوئے ○ تو آپ نے فرمایا کیا تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود تم تراشتے ہو؟ ○ حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی سب چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے ○ وہ کہنے لگے اس کیلئے ایک آتش کدہ بناؤ اور اس کو دہی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو ○ انہوں نے تو ابراہیم کے ساتھ کرنا چاہا لیکن ہم نے انہی کو بچوں کا بچ کر دیا ○

بت کدہ آذر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۸۸-۹۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ اپنے میلے میں چلے جائیں تو یہ ان کے عبادت خانے میں تنہا رہ جائیں اور ان کے بتوں کو توڑنے کا تنہائی کا موقع مل جائے۔ اسی لئے ایک ایسی بات کہی جو درحقیقت سچی بات تھی لیکن ان کی سمجھ میں جو مطلب اس کا آیا اس سے آپ نے انہاد دینی کام نکال لیا۔ وہ تو اعتقاد کے موجب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچ بچا کر بھیج دینے اور انہیں چھوڑ کر چلتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں اس نے ستاروں پر نظرس ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ تاروں کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں۔ سوچ کچھ کر فرمایا کہ میں تقیم ہوں یعنی ضعیف ہوں۔ ایک حدیث میں آیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ہی جھوٹ بولے ہیں جن میں سے دو تو اللہ کے دین کے لئے ان کا فرمانِ اِنِّیْ مُسْلِمٌ اور ان کا فرمانِ بَلْ فَعَلَهُ کَبِیْرُهُمْ هٰذَا اور ایک ان کا حضرت سارہ کو اپنی بہن کہنا۔ تو یاد رہے کہ دراصل ان میں حقیقی جھوٹ ایک بھی نہیں۔ انہیں تو صرف مجازاً جھوٹ کہا گیا ہے۔ کلام میں ایسی تعریفیں کسی شرعی مقصد کے لئے کرنا جھوٹ میں داخل نہیں جیسے کہ حدیث میں بھی ہے کہ تعریض جھوٹ سے الگ ہے اور اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ان تینوں کلمات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس سے حکمت عملی کے ساتھ دین الہی کی بھلائی مقصود نہ ہو۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں "میں بیمار ہوں" سے مطلب مجھے طاعون ہو گیا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے مریض سے بھاگتے تھے۔ حضرت سعید کا بیان ہے کہ اللہ کے دین کی تبلیغ ان کے جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے خلیل اللہ کی یہ ایک حکمت عملی تھی کہ ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرمایا کہ میں تقیم ہوں۔ اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں یعنی یقیناً ایک مرتبہ مرض الموت آنے والا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریض ہوں یعنی میرا دل تمہارے ان بتوں کی عبادت سے بیمار ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: جب آپ کی قوم میلے میں جانے لگی تو آپ کو بھی مجبور کرنے لگی آپ ہٹ گئے اور فرمایا کہ میں تقیم ہوں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب وہ انہیں تنہا چھوڑ کر چل دیئے تو آپ نے یہ فراغت ان کے معبودوں کے کھڑے کھڑے کر دیئے۔ وہ تو سب اپنی عید میں گئے۔ آپ چپکے چپکے اور جلدی جلدی ان کے بتوں کے پاس آئے۔ پہلے تو فرمایا: کیوں جی تم کھاتے کیوں نہیں؟ یہاں آ کر خلیل اللہ نے دیکھا کہ جو چڑھاوے ان لوگوں نے ان بتوں پر چڑھا رکھے تھے وہ سب رکھے ہوئے تھے ان لوگوں نے تبرک کی نیت سے جو قربانیاں یہاں کی تھیں وہ سب یونہی پڑی ہوئی ہیں یہ بت خانہ بہت بڑا وسیع اور مزین تھا۔ دروازے کے متصل ایک بہت بڑا بت تھا اور اس کے ارد گرد اس سے چھوٹے پھر ان سے چھوٹے یونہی تمام بت خانہ بھرا ہوا تھا۔ ان کے پاس مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے جو اس اعتقاد سے رکھے گئے تھے کہ یہاں رہنے سے تبرک ہو جائیں گے۔ پھر ہم کھالیں گے۔ ابراہیم نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر پھر فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ بولتے کیوں نہیں۔ اب تو پوری قوت سے داکیں ہاتھ سے مار کر ان کے کھڑے کھڑے کر دیئے۔ ہاں بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ اس پر بدگمانی کی جاسکے۔

جیسے کہ سورہ انبیاء میں گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے۔ بت پرست جب اپنے میلے سے واپس ہوئے بت خانے میں گھسے تو دیکھا کہ ان کے سب الٹاؤنگ بڑنگ پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کا ہاتھ نہیں کسی کا پاؤں نہیں کسی کا سر نہیں کسی کا دھڑ نہیں۔ حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا؟ آخر سوچ سمجھ کر بحث مباحثہ کے بعد معلوم کر لیا کہ ہونہ ہو یہ کام ابراہیم کا ہو (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اب سارے کے سارے مل جل کر ظلیل الرحمن علیہ السلام کے پاس دوڑے بھاگے دانت پیسے تلملاتے کوستے گئے۔ ظلیل اللہ کو تبلیغ کا اور انہیں قائل معقول کرنے کا اور سمجھانے کا اچھا موقع ملا۔ فرمانے لگے کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں خود تم بناتے ہو؟ اپنے ہاتھوں گھڑتے اور تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں ماصد رویہ ہوا اور ممکن ہے کہ اللہ ہی کے معنی میں ہو لیکن دونوں معنی میں تلازم ہے۔ گواہوں زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب افعال العباد میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کی صنعت کو پیدا کرتا ہے۔ پھر بعض نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ چونکہ اس پاک صاف بات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو جھگ آ کر دشمنی پر اور سفلہ پن پر اتر آئے اور کہنے لگے ایک بنیان بناؤ اس میں آگ جلاؤ اور اسے اس میں ڈال دو۔ چنانچہ یہی انہوں نے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے ظلیل کو اس سے نجات دی۔ انہی کو غلبہ دیا اور انہی کی مدد فرمائی۔ گواہوں نے انہیں برائی پہنچانی چاہی لیکن اللہ نے خود انہیں ذلیل کر دیا۔ اس کا پورا بیان اور کامل تفسیر سورہ انبیاء میں گزر چکی ہے۔ وہیں دیکھ لی جائے۔

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي إِنِّي آزِي فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَٰأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَٰأَبْرَهِيمُ ۖ قَدْ صَدَّقَتِ الرُّبِّيَا إِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَقَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۝

ابراہیم نے کہا میں تو ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا ۝ اے میرے رب مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما ۝ تو ہم نے اسے ایک مرد بار بچے کی بشارت دی ۝ پھر جب بچہ آتی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے تئیں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابما جو حکم جانا بتا ہے اسے بجالائے ان شاء اللہ آپ مجھے مبرا کرنے والوں میں پائیں گے ۝ غرض جب دونوں نے تسلیم کر لی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا ۝ ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم تم کی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ۝ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا ۝ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے ذریعے میں دے دیا ۝

ذبح اللہ کی بحث اور یہودی روایات: ☆ ☆ (آیت: ۹۹-۱۰۷) ظلیل اللہ جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا تو آپ نے ان سے ہٹ جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم میں سے ہجرت کر

جاؤں گا میرا رہنما میرا رب ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تاکہ وہی وحید میں آپ کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بردبار بچے کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ یہی آپ کے پہلے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحاق سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں بلکہ ان کی کتاب میں موجود ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیالیس سال کی تھی اور جس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام تولد ہوئے ہیں اس وقت آپ کی عمر ننانوے برس کی تھی۔ بلکہ ان کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابراہیم کو اپنے اکلوتے فرزند کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ لوگ خود تو نبی اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نبی اللہ وذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے عرب ہیں۔ انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہٹا کر حضرت اسحاق کو دے دیا اور بے جا تاویلیں کر کے اللہ کے کلام کو بدل ڈالا اور کہا ہماری کتاب میں لفظ وَحِيدٌ ہے۔ اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیلؑ تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ میں تھے۔ یہاں خلیل اللہ کے ساتھ صرف حضرت اسحاق تھے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ وحید اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو۔ اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو۔ پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے اور پہلوغی کے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے اور اس کے جولا ڈیپیار ہوتے ہیں عموماً دوسری اولاد کے ہونے پر پھر وہ باقی نہیں رہتے۔ اس لئے اس کے ذبیحہ کا حکم امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے۔ ہم اسے مانتے ہیں۔

کچھ سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبح اللہ حضرت اسحاق تھے یہاں تک کہ بعض صحابہؓ سے بھی یہ مروی ہے لیکن یہ چیز کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خیال یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بے دلیل اپنے ہاں لے لیا۔ دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجئے کہ حضرت اسماعیلؑ کی بشارت کا غلام طہیم کہہ کر ذکر ہوا اور پھر اللہ کی راہ میں ذبح کے لئے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر نبی صالحؑ حضرت اسحاقؑ کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا۔ اور فرشتوں نے بشارت اسحاقؑ کے موقع پر غلام طہیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے بشارت اسحاق کے ساتھ ہی ہے وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يٰعٰقُوْبُ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حیات میں ہی حضرت اسحاقؑ کے ہاں حضرت یعقوبؑ پیدا ہوں گے یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کر لیا جا چکا تھا! انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصف یہاں پر بردباری کا بیان کیا گیا ہے جو ذبح کے لئے نہایت مناسب ہے۔

اب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے۔ اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قائل ہو گئے۔ آپ اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے۔ حضرت ابراہیمؑ عموماً وہاں جاتے آتے رہے تھے۔ یہ مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے۔ لڑکپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے کا کام کاج کرنے کے قائل بن گئے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ گویا آپ اپنے پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔ پس اللہ کے رسولؐ نے اپنے تحت جگر کی آزمائش کے لئے کہ اچانک وہ گھبرا نہ اٹھے اپنا ارادہ ان کے سامنے ظاہر کیا۔ وہاں کیا تھا۔ وہ بھی اسی درخت کے پھل تھے۔ نبی ابن نبی تھے۔ جواب دیتے ہیں ابا محمد! یہ کیوں لگا رہے ہو۔ یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالئے اور اگر میری نسبت کھانا ہو تو زبانی اطمینان کیا کروں چھری رکھئے۔ خود معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا کچھ صابر ہوں۔ ان شاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔ سبحان اللہ جو کہا تھا وہی کر کے دکھایا اور صادق الوعد ہونے کا سرشکلیت اللہ کی طرف سے حاصل

کر لی آیا۔ آخر باپ بیٹا دونوں حکم الہی کی اطاعت کے لئے جان بکف تیار ہو جاتے ہیں۔ باپ بچے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور باپ اپنے نور چشم بخت جگر کومہ کے بل زمین پر گراتے ہیں تاکہ ذبح کے وقت مزہ دیکھ کر محبت نہ آ جائے اور ہاتھ ست نہ پڑ جائے۔

مسند احمد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے حکم الہی چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا لیکن حضرت ابراہیمؑ اس سے آگے بڑھ گئے پھر جبرئیلؑ کے ساتھ آپ حمزہ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا۔ آپ نے اسے سات ننگریاں ماریں۔ پھر حمزہ وسطیٰ کے پاس آیا۔ پھر وہاں سات ننگریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے دے پھار ڈال دیا۔ اللہ کے پاک جسم پر اس وقت سفید چادر تھی۔ کہنے لگے 'ہاجی اسے اتار لیجئے تاکہ اس میں آپ مجھے کفنائیں۔ آہ! اس وقت بچے کو ننگا کرتے ہوئے باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی، بس ابراہیم خواب کو سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈھا سفید رنگ بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسی لئے ہم اس قسم کے مینڈھے (بھترے) جن جن کو قربانی کے لئے لیتے تھے۔ ابن عباسؓ ہی سے دوسری روایت میں حضرت اسحاقؑ کا نام مروی ہے۔ تو گودوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اولیٰ ہی اولیٰ ہے اور اس کی دلیل آ رہی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بدلے بڑا بڑا اللہ نے عطا فرمایا۔ اس کی بابت حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ جنتی بھتر تھا جو وہاں چالیس سال سے کھائی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ نے اپنے بچے کو چھوڑ اس کے پیچھے ہوئے۔ حمزہ اولیٰ پر آ کر سات ننگریاں پھینکیں، پھر وہ بھاگ کر حمزہ وسطیٰ پر آ گیا۔ سات ننگریاں یہاں ماریں پھر حمزہ کبریٰ کے پاس سات ننگریاں ماریں اور وہاں سے ملخ میں لا کر ذبح کیا۔ اس کے سینک سر سمیت ابتداء اسلام کے زمانہ تک کعبے کے پر والے کے پاس لٹکتے رہے تھے۔ پھر سوکھ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت کعبؓ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ تو حدیثیں بیان کر رہے تھے اور حضرت کعبؓ کتاب کے قسے بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے۔ اپنی امت کی شفاعت کے لئے جو بروز قیامت ہوگی۔ تو حضرت کعبؓ نے فرمایا تم نے خود اسے حضورؐ سے سنا ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت کعبؓ خوش ہوئے اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا فرمایا حضورؐ پر میرے ماں باپ صدقے جائیں۔

پھر حضرت کعبؓ نے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا قصہ سنایا کہ جب آپ اپنے لڑکے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا اگر میں اس وقت انہیں نہ بھکاسا تو مجھے ان سے عمر بھر کے لئے مایوس ہو جانا چاہیے۔ پہلے تو یہ حضرت سارہؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیمؑ تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ مائی صاحبہؓ نے جواب دیا 'اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں' اس نے کہا نہیں بلکہ وہ ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ مائی صاحبہؓ نے فرمایا وہ اسے کیوں ذبح کرنے لگے؟ 'لعین نے کہا' وہ کہتے ہیں اللہ کا انہیں یہی حکم ہے' جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے اللہ کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں۔ یہاں سے نامراد ہو کر بچنے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہاں لے جاتے ہیں؟ فرمایا اپنے کام کے لئے کہا نہیں بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں اللہ کا انہیں حکم ہے۔ کہا پھر تو اللہ انہیں اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہیے۔ ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون ظلیل اللہ کے پاس پہنچا۔ ان سے کہا 'بچے کو کہاں لے جا رہے ہو؟ جواب دیا اپنے کام کے لئے۔ ملعون نے کہا نہیں بلکہ تم تو اسے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ بولا اس لئے کہ تمہارا خیال ہے کہ اللہ کا حکم تمہیں یونہی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم پھر تو

میں ضرور ہی اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ اب اطمینان پائیں ہو گیا۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس تمام واقعے کے بعد جناب باری تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ سے فرمایا کہ ایک دعائے مجھ سے مانگو۔ جو مانگو گے ملے گا۔ حضرت اسحاقؑ نے کہا: پھر میری دعا یہ ہے کہ جس نے تیرے ساتھ شریک نہ کیا ہو اسے تو ضرور جنت میں لے جانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لوں یا تو یہ کہ میری آدھوں آدھ امت بخشی جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں اور اسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو میں نے شفاعت کرنے کو ترجیح دی اس پر کہ وہ عام ہوگی۔ ہاں ایک دعائے کہ میں وہی کرتا لیکن اللہ کا ایک نیک بندہ مجھ سے پہلے ہی اس دعا کو مانگ چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ سے ذبح ہونے کی تکلیف دور کر دی تو ان سے فرمایا گیا کہ تو مانگ۔ جو مانگے گا دیا جائے گا۔ تو حضرت اسحاقؑ نے فرمایا واللہ شیطان کے بہکانے سے پہلے ہی میں اسے مانگ لوں گا اللہ جو شخص اس حالت میں مرا ہو کہ اس نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو اسے بخش دے اور جنت میں پہنچا دے۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سند اغریب اور منکر ہے اور اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہیں اور مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ یہ الفاظ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ سے آخر تک راوی کے اپنے نہ ہوں جنہیں انہوں نے حدیث میں داخل کر دیے ہیں۔

ذبح اللہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں محل ذبح منیٰ ہے اور وہ کسے میں ہے اور حضرت اسماعیلؑ یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحاقؑ۔ وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیتے ہیں جناب باری سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیمؑ تم اپنے خواب کو پورا کر چکے۔ سدیٰ سے روایت ہے کہ جب ظلیل اللہ نے ذبح اللہ کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانے کی ہو گئی اور نہ کئی اور نہ آواز آئی۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَّمَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۖ كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۖ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا
مِّنَ الصَّالِحِينَ ۖ وَبَرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ ۖ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا
مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ مُبِينٌ ۖ

اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا اور ابراہیمؑ پر سلام ہو ۝ ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ۝ نیک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا ۝ ہم نے اسے اسحاقؑ نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا ۝ اور ہم نے ابراہیمؑ و اسحاقؑ پر برکتیں نازل فرمائیں ان دونوں کی اولاد میں بعض تو نیک بنت ہیں اور بعض اپنے نفس پر مصلحت منظر کرنے والے بھی ہیں ۝

(آیت: ۱۰۸-۱۱۳) ہم اسی طرح نیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں یعنی غنیمتوں سے بچا لیتے ہیں اور چھٹکارا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ چھٹکارے کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے ایسی طرح روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان و وہم میں بھی نہ ہو۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی کافی ہے۔ اللہ اپنے کاموں کو مکمل کر کے چھوڑتا ہے۔ ہر چیز کا اس نے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس آیت سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔

ہاں معز لہ اسے نہیں مانتے۔ وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لئے کہ ظلیل اللہ کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح

سے پہلے ہی فدینے کے ساتھ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا اور بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرما دیا جائے۔ اسی لئے ارشاد ہوا 'تو صرف ایک آزمائش تھی'۔ کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا، ادھر تیاری ہوئی۔ اسی لئے جناب طلیل اللہ علیہ السلام کی تعریف میں قرآن میں ہے ابراہیم بڑا ہی وفادار تھا۔ بڑے ذبح کے ساتھ ان کا فدیہ ہم نے دیا۔ سفید رنگ بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا مینڈ حائفہ میں دیا گیا۔ جو فحیر ببول کے درخت سے بندھا ہوا ملا۔ جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔ مٹی میں شحیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا۔ یہ چیخا ہوا اوپر سے اترتا تھا۔ یہی وہ مینڈھا ہے جسے ہاتل نے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا۔ اس کی اون قدر سرخی مائل تھی۔ اس کا نام جریر تھا۔ بعض کہتے ہیں مقام ابراہیم پر اسے ذبح کیا۔ کوئی کہتا ہے 'مٹی میں مخر پر'۔ ایک شخص نے اپنے تئیں راہ اللہ میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک سواون ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبح اللہ کا فدیہ یہ اسی سے دیا گیا تھا۔ اکثر لوگوں کا یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ پہاڑی بکرا تھا۔ کوئی کہتا ہے زہرن تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کو بلا کر حضورؐ نے فرمایا 'میں نے بھیڑ کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں۔ جاؤ اسے ڈھک دو' بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہوئی چاہے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں اس بھیڑ کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی۔ اس میں وہ جل گئے یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیلؑ تھے۔ اسی وجہ سے ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر اور مسلسل چلے آئے یہاں تک کہ حضورؐ کا اللہ نے مبعوث فرمایا۔ واللہ اعلم۔

"ان آثار کا بیان جن میں ذبح اللہ کا نام ہے" ابو میسرہؒ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق ذبح اللہ بن ابراہیم طلیل اللہ ہوں (عبید بن عمیرؒ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ اے اللہ کیا وجہ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور یعقوبؑ کے اللہ کی قسم تو جواب ملا اس لئے کہ ابراہیمؑ نے تو ہر چیز پر بھی کوترجیح دی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنے تئیں میری راہ میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا۔ پھر بھلا اور چیزیں اسے پیش کر دینا کیا مشکل تھیں؟ اور یعقوبؑ کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اس کی حسن ظنی میرے ساتھ بڑھتی ہی رہی۔ ابن مسعودؓ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخر اپنے باپ دادوں کا نام لیا تو آپؐ نے فرمایا قابل فخر باپ دادا تو حضرت یوسفؑ کے تھے جو یعقوب بن اسحاق اور ذبح اللہ بن ابراہیم طلیل اللہ تھے۔

عمرؓ ابن عباسؓ خود عباسؓ علیؓ سعید بن جبیرؓ مجاہدؓ ضعیؓ عبید بن عزیزؓ ابو میسرہؒ زید بن اسلمؓ عبد اللہ بن شقیقؒ زہریؒ قاسم بن ابو براءؒ کھولؒ عثمان بن ابی عامرؒ صدیؒ حسنؒ قتادہؒ ابوالہذیلؒ ابن سابطؒ کعب احبارؒ جہم اللہؒ جعینؒ ان سب کا یہی قول ہے اور ابن جریرؒ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ صحیح علم تو اللہ کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد حضرت کعب احبارؒ ہیں۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمرؓ کو فدیہ کی کتابوں کی باتیں سناتے تھے لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح غلط کی تمیز اٹھ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔ بخویؒ نے صحابہؓ اور تابعینؓ کے کچھ اور نام بھی بتلائے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسحاقؑ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا مگر وہ حدیث صحیح نہیں۔ اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ حسن بن دینارؒ متروک ہیں اور علی بن زید بن جعدانؒ منکر الحدیث ہیں۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی موقف چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت

ابن عباسؓ کا مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن ابی آثار کو سننے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے۔ ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحاقؑ کا نام جھوٹ موٹ لیتے ہیں۔ ابن عمرؓ مجاہدؒ شعیؒ حسن بصریؒ محمد بن کعب قرظیؒ خلیفہ المسلمین حضرت عمرؓ ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے سامنے جب محمد بن قرظیؒ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبیح کے ذکر کے بعد قرآن میں ظلیل اللہ کو حضرت اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہو گا یعقوب نامی۔ جب ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے چشتی ان کے ذبیح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا ہے؟

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے۔ میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے فرمایا، امیر المسلمینؓ صحیح تو یہی ہے کہ جن کے ذبیح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیلؑ ہی تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوتی ہے اس حد کے مارے میں یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاقؑ کا نام لے دیا۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسماعیلؑ حضرت اسحاقؑ دونوں ہی طاہر و طیب اور اللہ کے سچے فرمانبردار تھے۔ کتاب الزہد میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؒ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبیح ہونے والے حضرت اسماعیلؑ ہی تھے۔ حضرت علیؒ حضرت ابن عمرؓ ابو الطفیلؒ سعید بن مسیبؒ سعید بن جبیرؒ حسنؒ مجاہدؒ شعیؒ محمد بن کعبؒ ابو جعفر محمد بن علی ابوصالح رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔

امام بنوئیؒ نے اور بھی صحابہؓ اور تابعینؒ کے نام گنوائے ہیں۔ ایک غریب حدیث بھی اسی کی تائید میں مروی ہے۔ اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہؓ کے سامنے یہ بحث چمڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، خوب ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا۔ سنو ہم آحضرت ﷺ کے پاس تھے جو ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے اللہ کی راہ میں دو ذبیح ہونے والوں کی نسل کے رسولؐ مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوائے اس پر آپؐ ہنس دیے۔ ایک تو ذبیح اللہ حضورؐ کے والد عبداللہ تھے۔ دوسرے حضرت اسماعیلؑ جن کی نسل میں سے آپ ہیں۔ عبداللہ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے دادا عبدالطلب نے جب چاہ زحرم کھودا تو نذرمانی تھی کہ اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو اپنے ایک لڑکے کو راہ اللہ میں ذبیح کروں گا۔ جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو نام اللہ پر کریں تو حضورؐ کے والد عبداللہ کا نام نکلا۔ ان کی انصاف والوں نے کہا، آپ ان کی طرف سے ایک سواونٹ راہ اللہ ذبیح کر دیں چنانچہ وہ ذبیح کر دیئے گئے۔ اور اسماعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔

ابن جریرؒ میں یہ روایت موجود ہے اور مغازیؒ امویہؒ میں بھی امام ابن جریرؒ نے حضرت اسحاقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی ایک دلیل تو یہ پیش کی ہے کہ جس عظیم بیچ کی بشارت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت اسحاقؑ ہیں۔ قرآن میں اور جگہ ہے وَبَشِّرْهُ وَهُوَ يَغْلُمُ غُلْفِهِمْ اور حضرت یعقوبؑ کی بشارت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ چلے پھرنے کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ یعقوب کے ساتھ ہی کوئی اور اولاد بھی ہوئی ہو اور کعبہ اللہ میں بیٹگوں کی موجودگی کے بارے میں فرماتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ بلاد کنعان سے لا کر یہاں رکھے گئے ہوں۔ اور بعض لوگوں سے حضرت اسحاقؑ کے نام کی صراحت بھی آئی ہے لیکن یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ہاں حضرت اسماعیلؑ

کے ذبح اللہ ہونے پر محمد بن کعب قرظی کا استدلال بہت صاف اور قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ پہلے ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تولد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہاں اس کے بعد ان کے بھائی حضرت اسحاق کی بشارت دی جا رہی ہے۔ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ عیساٰ حال مقدور ہے یعنی وہ نبی صالح ہوگا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ذبح اللہ اسحاق تھے اور یہاں نبوت حضرت اسحاقؑ کی بشارت ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں فرمان ہے کہ ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا دیا۔ حالانکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ سے بڑے تھے تو یہاں بھی ان کی نبوت کی بشارت ہے۔ پس یہ بشارت اس وقت دی گئی جبکہ امتحان ذبح میں وہ صابر ثابت ہوئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ بشارت دوسرے نبی کی گئی۔ پیدائش سے کچھ قبل اور نبوت سے کچھ قبل۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ان پر اور اسحاقؑ پر ہماری برکتیں ہم نے نازل فرمائیں ان کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ نیک بھی بد بھی۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمان ہوا تھا کہ اے نوح علیہ السلام ہمارے سلام اور برکت کے ساتھ توازن۔ تو بھی اور تیرے ساتھ والے بھی اور ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں ہم فائدہ پہنچائیں گے۔ پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچیں گے۔

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ وَبَجَيْنَهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ
الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۖ وَنَصَرْنَهُمْ فَاكْنُؤُوا لَهُمُ الْغُلَبِينَ ۖ وَآتَيْنَهُمَا
الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ ۖ وَهَدَيْنَهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ وَتَرَكْنَا
عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۖ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۖ اِنَّا كَذَلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۖ اِنَّهُمْ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۳۷

یقیناً ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر بہت بڑا احسان کیا ○ اور انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑے دکھ درد سے نجات دے دی ○ اور ان کی مدد کر کے ان کی کو غالب کر دیا ○ اور ہم نے انہیں واضح اور روشن کتاب دی ○ اور انہیں سیدھے راستے پر قائم رکھا ○ اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات باقی رکھی ○ کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام ہو ○ ہم نیک لوگوں کو ایسی طرح ہدایت دیا کرتے ہیں ○ یقیناً یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ○

حضرت موسیٰؑ پر انعامات الہی: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۳-۱۲۲) اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ پر اپنی نعمتیں جتا رہا ہے کہ انہیں نبوت دی انہیں مع ان کی قوم کے فرعون جیسے طاقتور دشمن سے نجات دی جس نے انہیں بے طرح پست و ذلیل کر رکھا تھا ان کے بچوں کو کاٹ دیتا تھا ان کی لڑکیوں کو رہنے دیتا تھا۔ ان سے ذلیل مزدوریوں کراتا تھا اور بے حیثیت بنا رکھا تھا۔ ایسے بدترین دشمن کو ان کے دیکھتے ہلاک کیا انہیں ان پر غالب کر دیا ان کی زمین و زر کے یہ مالک بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو واضح، جلی روشن اور عین کتاب عنایت فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی اور نور و ہدایت والی تھی ان کے اقوال و افعال میں انہیں استقامت عطا فرمائی۔ اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء و صفت باقی رکھی۔ کہ ہر زبان ان پر سلام ہی پڑھتی ہے۔ ہم نیک کاروں کو یونہی اور ایسے ہی بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندے تھے۔

وَالْيَاسَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٥٠﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿٥١﴾
أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿٥٢﴾ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ
آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٥٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَنَّهُم مُحْضَرُونَ ﴿٥٤﴾ إِلَّا عِبَادَ
اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٥٥﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٥٦﴾ سَلَامٌ
عَلَى الْيَاسِينَ ﴿٥٧﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ إِنَّهُ مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٩﴾

حضرت الیاس علیہ السلام کی ثناء جلیل اور ذکرِ خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی ہی رکھا کہ ہر مسلم کی زبان سے ان پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ الیاس میں دوسرا لغت الیاسین ہے جیسے اسماعیل میں اسماعیل بنو اسد میں اسی طرح یہ لغت ہے۔ ایک تہی کے شعر میں یہ لغت اسی طرح لایا گیا ہے۔ میکائیل کو میکال اور میکائیل بھی کہا جاتا ہے۔ ابراہیم کو ابراہام اسرائیل کو اسرائیل طور سینا کو طورے سنہین۔ غرض یہ لغت عرب میں مشہور رائج ہے۔ ابن مسعود کی قراءت میں سَلَامٌ عَلٰی الْیَاسِیْنَ ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ ہم اسی طرح نیک کاروں کو نیک بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَإِنَّ لَوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۖ لَا
عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ۖ ثُمَّ دَمَرْنَا الْآخَرِينَ ۖ وَإِنكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ
مُصْبِحِينَ ۖ وَبَالِيلٍ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۖ وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ
الْمُرْسَلِينَ ۖ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِّ الْمَشْحُونِ ۖ

پچھلے لوٹ بھی پیغمبروں میں سے تھے ○ ہم نے انہیں اور ان کے متعلقین کو سب کجبات دی ○ جس کو اس پر بھیا کہ جو پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی ○ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا ○ اور تم کو صبح ہوتے ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو ○ اور رات کو بھی کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ○؟ جنتیں یونس نبیوں میں سے ہے ○ جب بھاگ بھاگ بھری کشتی پر ○

قوم لوط علیہ السلام ایک عبرت کا مقام ☆ ☆ (آیت: ۱۳۳-۱۳۸) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں بھی ان کی قوم نے جھٹلایا جس پر اللہ کے عذاب ان پر برس پڑے اور اللہ نے اپنے پیارے نبی حضرت لوط علیہ السلام کو صبح ان کے گھر والوں کے نجات دے دی۔ لیکن ان کی بیوی عارت ہوئی۔ قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوئی اور ساری قوم بھی تباہ ہوئی۔ قسم قسم کے عذاب ان پر آئے اور جس جگہ وہ رہتے تھے وہاں ایک بدبودار جمیل بن گئی جس کا پانی بد مزہ بد بو بد رنگ ہے جو آنے جانے والوں کے راستے میں ہی پڑتی ہے۔ تم کو دن رات وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو اور اس خوفناک منظر اور بھیا تک مقام کو صبح شام دیکھتے رہتے ہو۔ کیا اس معائنہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے اور سوچتے سمجھتے نہیں ہو کہ کس طرح یہ برباد کر دیئے گئے؟ ایسا نہ ہو کہ یہی عذاب تم پر بھی آ جائیں۔

واقعہ حضرت یونس علیہ السلام ☆ ☆ (آیت: ۱۳۹-۱۴۰) حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورہ یونس میں بیان ہو چکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ کہے میں یونس بن حنی سے افضل ہوں۔ یہ نام ممکن ہے آپ کی والدہ کا ہو اور ممکن ہے والدہ کا ہو۔ یہ بھاگ کر مال و اسباب سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہو گئے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی اور یہ مغلوب ہو گئے۔ کشتی کے چلتے ہی چاروں طرف سے موجیں اٹھیں اور سخت طوفان آیا۔ یہاں تک کہ سب کو اپنی موت کا اور کشتی کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ قرعہ ڈالو۔ جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے سمندر میں ڈال دوتا کہ سب بچ جائیں اور کشتی اس طوفان سے چھوٹ جائے۔ تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ اللہ کے پیارے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔ اہل کشتی آپ کو پانی میں بہا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے۔ بار بار کی قرعہ اندازی پر بھی آپ کا نام نکلا رہا اور خود آپ کپڑے اتار کر باوجود ان لوگوں کے روکنے کے سمندر میں کود پڑے۔ اسی وقت بحر اخضر کی ایک بہت بڑی مچھلی کو جناب باری کا فرمان سرزد ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی جائے اور حضرت یونس کو نکل لے لیکن نہ تو

ان کا جسم زخمی ہونے کوئی ہڈی ٹوٹے۔ چنانچہ اس مچھلی نے پیغمبر الہی کو نگل لیا اور سمندروں میں چلے پھرنے لگی۔ جب حضرت یونس پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں جا چکے تو آپ کو خیال گزرا کہ میں مر چکا ہوں لیکن جب ہاتھ پیروں کو حرکت دی اور وہ ہلے چلے تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اسے پروردگار میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو گا۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن یا ایک دن سے بھی کم یا صرف ایک رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۱۸۸﴾ فَالْتَمَمَهُ الْخُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۱۸۹﴾
 فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۱۹۰﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۹۱﴾ فَتَبَدَّنْهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً
 مِنْ يَقْطِينٍ ﴿۱۹۳﴾ وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۹۴﴾
 فَامْنُوا فَمَنْعَهُمْ إِلَى حِينٍ ﴿۱۹۵﴾

پھر قرعہ اندازی ہوئی یہ مطلوب ہو گئے ○ پھر تو اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے تئیں غلامت کرنے لگ گئے ○ پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتا ○ تو مردے ہلائے جائیں (اٹھائے جائیں) اس دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتا ○ پس اسے ہم نے محفل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بچا تھا ○ اور اس پر سایہ کرنے والا کدو کی قسم کا ایک درخت ہم نے اگادیا ○ اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا ○ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے بھی انہیں ایک زمانہ تک مش مش و عشرت دی ○

(آیت: ۱۳۱-۱۳۸) اگر یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے، یعنی جبکہ فراموشی اور کشادگی اور امن و امان کی حالت میں تھے اس وقت ان کی نیکیاں اگر نہ ہوتیں ایک حدیث بھی اس قسم کی ہے جو عنقریب بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے آرام اور راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو وہ سختی اور بے چینی کے وقت تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے اگر یہ پابند نماز نہ ہوتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں نماز نہ پڑھتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ کے ساتھ ہماری تسبیح نہ کرتے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں ہے کہ اس نے اندھیروں میں یہی کلمات کہے اور ہم نے اس کی دعا قبول فرما کر اسے غم سے نجات دی۔ اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت یونسؑ نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان کلمات کو کہا تو یہ دعا عرش الہی کے ارد گرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا اللہ یہ آواز تو کہیں بہت ہی دور کی ہے لیکن اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں۔ اللہ نے فرمایا اب بھی بچان لیا یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہنچا فرمایا یہ میرے بندے یونسؑ کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونسؑ جس کے نیک اعمال اور مقبول دعائیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی تھیں؟ اللہ اس پر تضرع رحم فرما اس کی دعا قبول کر دے تو آسانیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتا تھا۔ اسے بلا سے نجات دے۔ اللہ نے فرمایا ہاں میں اسے نجات دوں گا۔ چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونسؑ کو اگل دے۔ اور اس نے اگل دیا اور وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی نھنی، کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھانڈ کے لئے کدو کی تیل اگادی اور ایک جنگلی بکری کو مقرر کر دیا جو صبح شام ان کے پاس آ جاتی تھی اور یہ اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے یہ واقعات مرفوع احادیث سے سورہ انبیاء کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نے انہیں اس زمین میں ڈال دیا جہاں ہنزدہ روئیدگی گھاس پھنک نہ تھا۔ و جلد کے کنارے یا یمن کی سرزمین پر یہ لادئے گئے تھے۔ وہ اس وقت کمزور تھے جیسے پرندوں کے بچے ہوتے ہیں یا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ یعنی صرف سانس چل رہا تھا اور طاقت طے ملنے کی بھی نہ تھی۔ یقیناً کدو کے درخت کو بھی کہتے ہیں اور ہراس درخت کو جس کا تانا نہ ہو یعنی تیل ہو اور اس درخت کو بھی جس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کدو میں بہت سے فوائد ہیں۔ یہ بہت جلد اگتا اور بڑھتا ہے۔ اس کے پتوں کا سایہ گھٹا اور فرحت بخش ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اس کے پاس کھیاں نہیں آتیں۔ یہ غذا کا کام دے جاتا ہے اور پھلکے اور گودے سمیت کھایا جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کدو یعنی گھیا بہت پسند تھا اور برتن میں سے جن چن کر اسے کھاتے تھے۔

پھر انہیں ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف رسالت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس سے پہلے آپ رسولؐ نہ تھے۔ حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی آپ اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دونوں قولوں سے اس طرح تضاد ٹھٹھ سکتا ہے کہ پہلے بھی ان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اب دوبارہ بھی ان ہی کی طرف بھیجے گئے اور وہ سب ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ بغویؒ کہتے ہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں اومعنی میں بلکہ کے ہے اور وہ ایک لاکھ تیس ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر۔ یا ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ یا ستر ہزار سے بڑھ کر۔ یا ایک لاکھ دس ہزار اور ایک غریب مرفوع حدیث کی رو سے ایک لاکھ تیس ہزار تھے۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا کہ انسانی اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ ہی کا تھا۔ ابن جریرؒ کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک ان کا آیت اَوْ اَشَدُّ قُصُورًا اور آیت اَوْ اَشَدُّ حَشِيَّةً اور آیت اَوْ اَذْنٰی میں ہے یعنی اس سے کم نہیں اس سے زائد ہے۔ پس قوم یونسؑ سب کی سب مسلمان ہو گئی حضرت یونسؑ کی تصدیق کی اور اللہ پر ایمان لے آئے۔ ہم نے بھی ان کے مقررہ وقت یعنی موت کی گھڑی تک دنیوی فائدے دیئے۔ اور آیت میں ہے کسی ہستی کے ایمان نے انہیں (عذاب آچکنے کے بعد) نفع نہیں دیا سوائے قوم یونسؑ کے وہ جب ایمان لائے تو ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لے اور انہیں ایک معیاد معین تک بہرہ مند کیا۔

فَاسْتَفْتِهِمُ الرِّبِّيَّاتِ الْبَنَاتِ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿٥٥﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ
اِنَاثًا وَهُمْ شٰهِدُونَ ﴿٥٦﴾ اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكَهٍ لِّیَقُولُوْنَ ﴿٥٧﴾
وَلَدَ اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٥٨﴾ اَصْطَفٰی الْبَنَاتِ عَلٰی الْبَنٰیْنَ ﴿٥٩﴾
مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٦٠﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦١﴾ اَمْ لَكُمْ
سُلْطٰنٌ مُّبٰینٌ ﴿٦٢﴾ فَاتَّوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ ﴿٦٣﴾ وَجَعَلُوْا بَیْنَهُ وَبَیْنَ الْجَنَّةِ نَسْبًا وَلَقَدْ عَلِمَتْ
الْجَنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِلَّا
عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿٦٦﴾

ان سے دریافت تو کر کیا تیرے رب کی توہینیاں ہیں؟ اور ان کے بیٹے ہیں؟ یا یہ اس وقت موجود تھے جبکہ ہم نے فرشتوں کو منوث پیدا کیا ہے؟ آگاہ رہو کہ یہ لوگ صرف اپنی افتر پارہ رازی سے کہہ رہے ہیں ○ کہ اللہ کی اولاد یہ یقیناً یہ محض جھوٹے ہیں ○ کیا اللہ نے اپنے لئے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ ○ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو؟ ○ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ ○ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے؟ ○ تو جاؤ اگر گرج ہو تو اپنی ہی کتاب لے آؤ ○ ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابت داری ظہور پائی ہے۔ حالانکہ خود جنات یقین رکھتے ہیں کہ اس عقیدے کے لوگ خداؤں کے سامنے یقیناً پیش کئے جائیں گے ○ جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ بالکل پاک ہے ○ ہاں اللہ کے قلم سے بند ہے ○

مشرکین کا اللہ تعالیٰ کے لئے دو ہر ا معیار ☆ ☆ (آیت: ۱۳۹-۱۶۰) اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بیوقوفی بیان فرما رہا ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر لڑکی ہونے کی خبر یہ پائیں تو چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ کی لڑکیاں ثابت کرتے ہیں۔ پس فرماتا ہے ان سے پوچھ تو سہی کہ یہ تقسیم کیسی ہے کہ تمہارے تو لڑکے ہوں اور اللہ کے لئے لڑکیاں ہوں؟ پھر فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کو لڑکیاں کس ثبوت پر کہتے ہیں؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ قرآن کی اور آیت وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ آتٍ میں بھی یہی بیان ہے۔ دراصل یہ قول ان کا محض جھوٹ ہے کہ اللہ کے ہاں اولاد ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ پس ان لوگوں کے تین جھوٹ اور تین کفر ہوئے۔ اول تو یہ کہ فرشتے اللہ کی اولاد ہیں۔ دوسرے یہ کہ اولاد بھی لڑکیاں۔ تیسرے یہ کہ خود فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔

پھر فرماتا ہے کہ آخر کس چیز نے اللہ کو مجبور کیا کہ اس نے لڑکے تو لئے نہیں اور لڑکیاں اپنی ذات کے لئے پسند فرمائیں؟ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہیں تو لڑکوں سے نوازے اور فرشتوں کو اپنی لڑکیاں بنائے۔ یہ تو تمہاری نہایت درجہ کی لغویات ہے۔ یہاں فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسی دور از قیاس باتیں بناتے ہو؟ تم سمجھتے نہیں ہو کہ اللہ پر جھوٹ باندھنا کیسا برا ہے؟ اچھا اگر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ؟ اسی کو پیش کرو۔ یا اگر کسی آسانی کتاب سے تمہارے اس قول کی سند ہو اور تم چاہے ہو تو لاؤ اسی کو سامنے لے آؤ۔ یہ تو ایسی لچر اور فضول بات ہے جس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اتنے ہی پر بس نہ کی جنات میں اور اللہ میں بھی رشتے داری قائم کی۔ مشرکوں کے اس قول پر کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے سوال کیا کہ پھر ان کی مائیں کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا جن سرداروں کی لڑکیاں۔ حالانکہ خود جنات کو اس کا یقین و علم ہے کہ اس قول کے قائل قیامت کے دن عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ان میں بعض دشمنان الہی تو یہاں تک کم عقلی کرتے تھے کہ شیطان بھی اللہ کا بھائی ہے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت پاک، منزہ اور بالکل دوز ہے جو یہ مشرک اس کی ذات پر اتہام لگاتے ہیں اور جھوٹے بہتان باندھتے ہیں۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے اور ہے مثبت مگر اس صورت میں کہ یَصِفُونَ کی ضمیر کا مرجع تمام لوگ قرار دئے جائیں۔ پس ان میں سے ان لوگوں کو الگ کر لیا جو حق کے ماتحت ہیں اور تمام نبیوں رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ سے ہے یعنی سب کے سب عذاب میں پھانس لئے جائیں گے مگر وہ بندگان اللہ جو اخلاص والے تھے۔ یہ قول ذرا تامل طلب ہے۔ واللہ اعلم۔

فَاِنتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۝۱۳۹ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفِتْنَيْنِ ۝۱۴۰ اِلَّا مَنْ هُوَ
صَالٍ الْجَحِيْمِ ۝۱۴۱ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۱۴۲ وَاِنَّا
لَنَحْنُ الضَّآلِقُوْنَ ۝۱۴۳ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسْتَحِقُوْنَ ۝۱۴۴ وَاِنْ كَاثُرًا
لِّیَقُولُوْنَ ۝۱۴۵ لَوْ اَنْ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝۱۴۶ لَكُنَّا

عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۵۷﴾ فَكْفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۵۸﴾

یقین مانو کہ تم سب اور تمہارے سارے معبودان ○ باطل کسی ایک کو بھی پہچانیں سکتے ○ بجز اس کے جو جنہی ہی ہے ○ فرشتوں کا قول ہے کہ ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے ○ اور ہم تو بندگی الہی میں صف بستہ کھڑے ہیں ○ اور اس کی تصحیح بیان کر رہے ہیں ○ یہ کفار تو کہا کرتے تھے کہ ○ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات ہوتے ○ تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندے بن جاتے ○ لیکن پھر اس قرآن کے ساتھ کفر کر گئے۔ پس اب عنقریب جان لیں ○

فرشتوں کے اوصاف: ☆ ☆ (آیت: ۱۶۱-۱۷۰) اللہ تعالیٰ شرکوں سے فرما رہا ہے کہ تمہاری گمراہی اور شرک و کفر کی تعلیم وہی قبول کریں گے جو جہنم کے لئے پیدا کئے گئے ہوں جو عقل سے خالی کانوں سے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہوں جو شل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی بدتر جہادتر ہوں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ اس سے وہی گمراہ ہو سکتے ہیں جو دماغ کے خالی اور باطل کے شیدائی ہوں۔ ازاں بعد فرشتوں کی برات اور ان کی تسلیم و رضا ایمان و اطاعت کا ذکر فرمایا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر جگہ اور ایک مقام عبادت مخصوص ہے جس سے نہ ہم ہٹ سکتے ہیں نہ اس میں کسی کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ حضور کا فرمان ہے کہ آسان چر چار ہے اور واقع میں اسے چر چارنا بھی چاہیے۔ اس میں ایک قدم رکھنے جتنی جگہ بھی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ کو حق سبحہ سے میں پڑا ہوا نہ ہو۔ پھر آپؐ نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی۔ ایک روایت میں آسان دنیا کا لفظ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ایک بالشت بھر جگہ آسانوں میں ایسی نہیں جہاں پر کسی نہ کسی فرشتے کے قدم یا پیشانی نہ ہو۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں پہلے تو مرد و عورت ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد مردوں کو آگے بڑھا دیا گیا اور عورتوں کو پیچھے کر دیا گیا اور ہم سب فرشتے صف بستہ عبادت الہی کیا کرتے ہیں۔ آیت وَالصَّفَاتِ صَفَا کی تفسیر میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ ولید بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے تک نماز کی صفیں نہیں تھیں۔ پھر صفیں مقرر ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ اقامت کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے صفیں ٹھیک درست کر لو سیدھے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے بھی فرشتوں کی طرح صف بندی چاہتا ہے۔ جیسے وہ فرماتے ہیں وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ اے فلاں آگے بڑھ اے فلاں پیچھے ہٹ۔ پھر آپؐ آگے بڑھ کر نماز شروع کرتے (ابن ابی حاتم) صحیح مسلم میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں ہمیں تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جن میں اور کوئی ہمارے ساتھ نہیں۔ ہماری صفیں فرشتوں جیسی بنائی گئیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی۔ اور ہمارے لئے زمین کی مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی۔ ہم اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ اس کی بزرگی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ تمام نقصانوں سے اسے پاک مانتے ہیں۔ ہم سب فرشتے اس کے غلام ہیں۔ اس کے محتاج ہیں۔ اس کے سامنے اپنی پستی اور عاجزی کا اظہار کرنے والے ہیں۔ پس یہ تینوں اوصاف فرشتوں کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تسبیح کرنے والوں سے مردانہ نماز پڑھنے والے ہیں۔

اور آیت میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ اِلٰهًا لِّمَنۡ كَفَرَ لَعَنَ اللّٰهُ كُفْرًا لِّمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اللہ کی اولاد ہے اللہ اس سے پاک ہے البتہ فرشتے اس کے محترم بندے ہیں۔ اس کے فرمان سے آگے نہیں بڑھتے اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں وہ ان کا آگے بچھا بخوبی جانتا ہے۔ وہ کسی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے بجز اس کے جس کے لئے رحمان راضی ہو وہ تو خوف الہی سے تھر تھراتے رہتے ہیں۔ ان میں سے جو اپنے آپ کو لائق عبادت کہے ہم اسے جہنم میں جھونک دیں ظالموں کی سزا ہمارے ہاں یہی ہے۔ نئی آن کے پاس آئے اس سے پہلے تو یہ کہتے

الْمُرْسَلِينَ ﴿۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸۲﴾

اب تو کچھ دنوں تک ان سے منہ پھیر لے ○ اور انہیں دیکھتا رہ یہ بھی آگے چل کر دیکھ لیں گے ○ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی چار ہے ہیں؟ ○ سنو جب ہمارے عذاب ان کے میدانوں میں اتر آئے گا اس وقت ان کی جن کتبہ کر دیا گیا تھا بڑی بری صبح ہوگی ○ تو کچھ وقت تک ان کا خیال چھوڑ دے اور دیکھتا رہ ○ یہ بھی ابھی دیکھ لیں گے ○ پاک ہے ہمارا جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں ○ پیغمبروں پر سلام ہے ○ اور سب طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے ○

اللہ تعالیٰ مشرکین کے بہتانات سے مبرا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۸۰-۱۸۲) اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے اپنی برات بیان فرماتا ہے جو شرکین اس کی طرف منسوب کرتے تھے۔ جیسے اولاد شریک وغیرہ۔ وہ بہت بڑی اور لازوال عزت والا ہے۔ ان جھوٹے اور مغتری لوگوں کے بہتان سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ اللہ کے رسولوں پر سلام ہے اس لئے کہ ان کی تمام باتیں ان عیوب سے مبرا ہیں جو مشرکوں کی باتوں میں موجود ہیں بلکہ نبیوں کی باتیں اور اوصاف جوہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں سب صحیح اور برحق ہیں۔ اسی کی ذات کے لئے تمام حمد و ثناء ہے۔ دنیا اور آخرت میں ابتدا اور انتہا کا وہی سزاوار تعریف ہے۔ ہر حال میں قابل حمد وہی ہے۔ تسبیح سے ہر طرح کے نقصان سے اس کی ذات پاک سے دوری ثابت ہوتی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ ہر طرح کے کمالات کی مالک اس کی ذات واحد ہے۔ اسی کو صاف لفظوں میں حمد ثابت کیا۔ تاکہ نقصانات کی نفی اور کمالات کا اثبات ہو جائے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں تسبیح اور حمد کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تم جب مجھ پر سلام بھیجو دوسرے نبیوں پر بھی سلام بھیجو کیونکہ میں بھی مجملہ اور نبیوں میں سے ایک نبی ہوں (ابن ابی حاتم) یہ حدیث مسند میں بھی مروی ہے۔ ابویعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے جب حضور ﷺ سلام کا ارادہ کرتے تو ان تینوں آیتوں کو پڑھ کر سلام کرتے۔ ابن ابی حاتم میں ہے جو شخص یہ چاہے کہ بھر پورا جہان سے تپ کر اجر پائے تو وہ جس کسی مجلس میں ہو وہاں سے اٹھتے ہوئے یہ تینوں آیتیں پڑھ لے۔ اور سند سے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفہ مروی ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ ان تینوں آیتوں کی تلاوت کرے اسے بھر پورا اجر پورے جہان سے تپ کر ملے گا۔ مجلس کے کفار کے بارے میں بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ الحمد للہ سورۃ الصافات کی تفسیر ختم ہوئی، فالحمد للہ۔

تفسیر سورہ ص

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ص وَالْفُرَّانِ ذِي الذِّكْرِ ﴿۸۱﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عِزَّةٍ
وَشِقَاقٍ ﴿۸۲﴾ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا
وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ﴿۸۳﴾

معبود مہربان ذی رحم کے نام سے شروع

اس نصیحت والے قرآن کی قسم ○ بلکہ کفار غرور و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ○ اور تم نے ان سے پہلے بھی بہت سے قرون کو تباہ کر ڈالا - انہوں نے ہر چند جھج و پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا وقت ہی نہ تھا ○

(آیت ۱-۳) حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفسیر سورۃ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ یہاں قرآن کی قسم کھائی اور اسے چند نصیحت کرنے والا فرمایا۔ کیونکہ اس کی باتوں پر عمل کرنے والے کی دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور آیت میں ہے **فِيهِ ذِكْرُكُمْ** اس قرآن میں تمہارے لئے نصیحت ہے اور یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن شرافت و بزرگی، عزت و عظمت والا ہے۔ اب اس قسم کا جواب بعض کے نزدیک تو **إِنْ كُنْ كُلُّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ** الخ ہے۔ بعض کہتے ہیں **إِنْ ذَلِكَ لَحَقُّ** الخ ہے۔ لیکن یہ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اس کا جواب اس کے بعد کی آیت ہے۔ ابن جریرؒ اسی کو کھتا رہتا ہے۔ بعض عربی داں کہتے ہیں اس کا جواب ص ہے اور اس لفظ کے معنی صداقت اور حقانیت کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پوری سورۃ کا خلاصہ اس قسم کا جواب ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے یہ قرآن تو سراسر عبرت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ دینی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافر لوگ اس فائدے سے اس لئے محروم ہیں کہ وہ متکبر ہیں اور مخالف ہیں۔ یہ لوگ اپنے سے پہلے اور اپنے جیسے لوگوں کے انجام پر نظر ڈالیں تو اپنے انجام سے ڈریں۔ اگلی آیتیں اسی جرم پر ہم نے تہد و بالا کر دی ہیں۔ عذاب آپڑنے کے بعد تو بڑے روئے پئے، خوب آہ و زاری کی لیکن اس وقت کی تمام باتیں بے سود ہیں۔ جیسے فرمایا **فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا** الخ ہمارے عذابوں کو معلوم کر کے ان سے بچنا اور بھاگنا چاہا۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اب بھاگنے کا وقت نہیں، نہ فریاد کا وقت ہے، اس وقت کوئی فریادری نہیں کر سکتا۔ چاہے جتنا چیخو چلاؤ محض بے سود ہے۔ اب توحید کی قبولیت بے نفع، توبہ بیکار ہے۔ یہ بے وقت کی پکار ہے۔ **لَا ت** معنی میں لا کے ہے۔ اس میں **ت** زائد ہے جیسے تم میں بھی **ت** زیادہ ہوتی ہے اور رب میں بھی۔ یہ مفصلہ ہے اور اس پر وقف ہے۔ امام ابن جریرؒ کا قول ہے کہ یہ **ت** میں سے ملی ہوئی ہے یعنی **وَلَا تَحْيِيں** ہے، لیکن مشہور اول ہی ہے۔ جمہور نے **حَيِّن** کو زیر سے پڑھا ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ وقت آہو زاری کا وقت نہیں۔ بعض نے یہاں زیر پڑھنا بھی جائز رکھا ہے۔ لغت میں **نوص** کہتے ہیں پیچھے ہٹنے کا اور **بوص** کہتے ہیں آگے بڑھنے کو۔ پس مقصد یہ ہے کہ یہ وقت بھاگنے اور نکل جانے کا وقت نہیں۔ واللہ الموفق۔

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ
كَذَّابٌ أَجَعَلَ الْإِلَهَ الْهَآ وَاحِدًا إِن هَذَا الشَّيْءُ
عُجَابٌ وَإِنْ طَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ آمَسُوا وَاصْبِرُوا عَلَى
الْهَيْكَمِ إِنَّ هَذَا الشَّيْءُ يُرَادُّهُ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي
الْمِلَّةِ الْأُخْرَى إِنَّ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ

کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ انہی میں سے ایک سمجھانے والا آگیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادو گر اور جھوٹا ہے ○ کیا اس نے اسے سارے معبودوں کا ایک ہی

معبود کر دیا؟ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے ○ ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جتے رہو یقیناً یہ تو کوئی مطلب و مراد ہے ○ ہم نے تو یہ بات سمجھ لی کہ دین میں بھی نہیں سنی۔ کچھ نہیں یہ تو صرف کھڑت ہے ○

مشرکین کا نبی اکرمؐ پر تعجب ☆ ☆ (آیت ۳۰-۷) حضور علیہ السلام کی رسالت پر کفار کے حماقت آمیز تعجب کا اظہار ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے اَنۡكَاهُ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَلَمْ يَكُنۡ لَّهُۥ لُغُوۡلُوۡنٌ مِّنۡ دُوۡنِ مَاۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ لِيُبَيِّنَ لَہُمۡ ؕ بَلۡ كَثِيۡرٌ مِّنۡ نَّاسٍ لَاۡ يَعۡلَمُوۡنَ کہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوش خبری سادے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین لائحہ عمل ہے۔ کافر تو ہمارے رسول کو کھلا جاؤ گر کہنے لگے۔ یہیں پر یہ ذکر ہے کہ انہی میں سے انہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادو گر اور کذاب ہے۔ رسولؐ کی رسالت پر تعجب کے ساتھ ہی اللہ کی وحدانیت پر بھی انہیں تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اور سنو! اتنے سارے معبودوں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی کسی طرح کا شریک ہی نہیں۔ ان یہی قوتوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جس شرک و کفر کی عادت تھی اس کے خلاف آواز سن کر ان کے دل دکھے اور رکے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔ ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبر کے ساتھ منہ منڈھتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیم مذہب پر جتے رہو۔ اس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بھانے اپنی ہمارا ہے کہ یہ تمہارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔

ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار قریشیوں کے شریف اور سردار و سائیک مرتبہ جمع ہوئے۔ ان میں ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، اسود بن عبد یغوث وغیرہ بھی تھے اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آج ابوطالب سے آخری فیصلہ کر لیں۔ وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دے اور ایک اپنے بھیجے کے ڈے۔ کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں، چراغ سحری ہو رہے ہیں اگر مر گئے اور ان کے بعد ہم نے محمد (ﷺ) کو کوئی معصیت پہنچائی تو عرب میں طعنہ دیں گے کہ بڑھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور ان کی موت کے بعد بہادری آگئی۔ چنانچہ ایک آدمی بھیج کر ابوطالب سے اجازت مانگی۔ ان کی اجازت پر سب گھر میں گئے اور کہا سنئے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں بزرگ ہیں بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھیجے سے اب بہت غم آ گئے ہیں۔ آپ انصاف کے ساتھ ہم میں اور اس میں فیصلہ کر دیجئے۔ دیکھئے ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے معبودوں کو برانہ کہیں اور نہ ہم انہیں ستائیں۔ وہ مختار ہیں، جس کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے معبودوں کو برانہ کہیں۔ ابوطالب نے آدمی بھیج کر اللہ کے رسول ﷺ کو بلاوایا اور کہا جان پڑا دیکھتے ہو آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور برائی کرنے سے باز آ جائیں اور یہ آپ کو آپ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا، اچھا جان کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں؟ ابوطالب نے کہا، وہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ ایک کلمہ کہہ دیں، صرف اس کے کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور سارے غم پر ان کی حکومت ہو جائے گی۔ ابو جہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتاؤ، وہ ایسا کون سا کلمہ ہے؟ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہو لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ، بس یہ سنتا تھا کہ شروع کر دیا اور کہنے لگے، اس کے سوا جو تو مانگے، ہم دینے کو تیار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی تو تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ سارے کے سارے مارے غصے اور غضب کے بھنا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، واللہ ہم تجھے اور تیرے اللہ کو گالیاں دیں گے جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ اب یہ چلے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین پر

اور اپنے معبودوں کی عبادت پر مجھے رہو۔ معلوم ہو گیا کہ اس شخص کا توراہہ ہی اور ہے۔ یہ تو برا بیٹا چاہتا ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ)
ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے بھاگ جانے کے بعد حضورؐ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ ہی اس کلمے کو پڑھ لیجئے۔ اس نے
کہا: نہیں میں تو اپنے باپ دادوں اور قوم کے بڑوں کے دین پر ہی رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا کہ جسے تو چاہے
ہدایت نہیں کر سکتا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت ابوطالب بیمار تھے اور اسی وجہ سے وہ مر بھی۔ جس وقت حضورؐ تشریف لائے اس
وقت ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھے کی جگہ خالی تھی۔ باقی تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا تو ابوطالب جلیب خبیث نے خیال کیا کہ اگر آپؐ
آ کر اپنے چچا کے پاس بیٹھ گئے تو زیادہ اثر ڈال سکیں گے اس لئے یہ ملعون کو درہاں جا بیٹھا اور حضورؐ کو دروازہ کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔
حضورؐ نے جب ایک کلمہ کہنے کو کہا تو سب نے جواب دیا کہ ایک نہیں دس۔ ہم سب منتظر ہیں۔ فرمائیے وہ کیا کلمہ ہے؟ اور جب کلمہ تو حید
آپؐ کی زبانی سنا تو کپڑے بھجڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے لو اور سنو یہ تو سارے معبودوں کا ایک معبود بنارہا ہے۔ اس
پر یہ آیتیں عذاب تک اتریں۔ امام ترمذی اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔

أَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ
ذِكْرِي بَلْ لَمَّا يَدُوقُوا عَذَابَ ۙ أَمْ عَنْدهُمْ خَزَائِنُ
رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۙ أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمُوتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۙ فَلْيَنْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۙ جُنْدُ مَا هُنَالِكَ
مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ ۙ

یہ بھی سکتا ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر کلام الہی نازل کیا جائے؟ دراصل یہ لوگ میری وحی کی طرف سے شک میں ہی ہیں بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے اب تک
میرے عذاب چکے ہی نہیں ○ یا کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض اللہ کی رحمت کے خزانے ہیں ○ یا کیا آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی
بادشاہت انہی کی ہے؟ تو پھر یہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں ○ یہی بڑے بڑے لشکروں میں سے شکست پایا ہوا جھوٹا لشکر ہے ○

(آیت: ۸-۱۱) ہم نے تو یہ بات نہ اپنے دین میں دیکھی نہ نصرائیوں کے دین میں۔ یہ بالکل غلط اور جھوٹ اور بے سند بات ہے۔
یہ کیسے کچھ تعجب کی بات ہے کہ اللہ میاں کو کوئی اور نظریہ نہ آیا اور اس پر قرآن اتار دیا۔ جیسے ایک اور آیت میں ان کا قول ہے لَوْ لَا نَزَّلَ
هَذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِیقَتَیْنِ عَظِیمَ یعنی ان دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ جس کے
جواب میں جناب باری کا ارشاد ہوا کہ کیا یہ لوگ رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے ہیں؟ یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ ان کی اپنی روزیاں اور
درجے بھی ہم تقسیم کرتے ہیں۔ الغرض یہ اعتراض بھی ان کی حماقت کا غرہ تھا۔ اللہ فرماتا ہے: یہ ہے ان کے شک کا نتیجہ۔ اور وجہ یہ ہے کہ اب
تک یہ چٹکی چڑی کھاتے رہے ہیں۔ ہمارے عذابوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ کل قیامت کے دن جبکہ دھکے دے کر جہنم میں گرائے جائیں گے
اس وقت اپنی اس سرکشی کا مزہ پائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا قبضہ اور اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے کرے جسے چاہے جو چاہے دے
عزت ذلت اس کے ہاتھ ہے ہدایت و ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی نازل فرمائے اور جس کے
دل پر چاہے اپنی مہر لگا دے۔ بندوں کے اختیار میں کچھ نہیں وہ محض بے بس بالکل لاچار اور سراسر مجبور ہیں۔ اسی لئے فرمایا کیا ان کے پاس

کان میں یڑی بے ہوش و بے جان ہو گیا۔ سوائے ان کے جنہیں رب نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔

فِطْرَہ کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔ مشرکین کی بیوقوفی اور ان کا غداہوں کو محال سمجھ کر ٹھکر ہوا کر عذابوں کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اللہ اگر یہ صحیح ہے تو ہم پر آسان سے پتھر برسایا اور کوئی دردناک عذاب آسانی ہمیں پہنچا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا اور یہ جو کچھ کہا ہی بہ وجہ اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کے تھا۔ ابن جریر کا فرمان ہے کہ جس خیر و شر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اسے انہوں نے جلد طلب کیا۔ یہی بات ٹھیک ہے۔ ضحاک اور اسماعیل کی تفسیر کا ماحصل بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب اور انہی کے مقابلے میں اپنے نبیؐ کو کبر کی تعلیم دی اور برداشت کی تلقین کی۔

إِصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَادْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٧٧﴾
إِنَّا سَخَرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعُشِيِّ وَالْأَشْرَاقِ ﴿٧٨﴾ وَالظَّيْرِ
مَخْشُورَةٍ كُلِّ لَيْلَةٍ أَوَّابٌ ﴿٧٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ
الْحِكْمَةَ وَفَضَّلْنَا الْخِطَابَ ﴿٨٠﴾

تو ان کی باتوں پر صبر کر اور ہمارے بندے داد کو کپاد کر جو بڑی قوت والا تھا۔ یقیناً وہ بہت رجوع رہے والا تھا ○ ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں ○ اور اڑتے جانور جو کرب کے سب اس کے زیرِ فرمان رہے ○ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ محمد آباد تھا ○

حضرت داؤد علیہ السلام کی فراست: ☆☆ (آیت: ۱۷-۲۰) ذٰلَا یَدُیْہِ سَہْوَہُ اَطْعَمَ النَّاسَ مِنْ حَیثُ شَاءَ وَاسْتَوْدَعَهُ اللّٰہُ رِجْسًا مِّنْ حَیثُ شَاءَ وَکَانَ مِنْ اٰیٰتِہِ الْعَظِیْمٰتِ۔ اور صرف قوتہ والے کے معنی بھی ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰہَا بِاَیْدِیْہِ اِلٰخْ جَہاد فرماتے ہیں مراد اطاعت کی طاقت ہے۔ حضرت داؤد کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی فتنہ عطا فرمائی گئی تھی۔ یہ مذکور ہے کہ آپ ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بعد ایک دن ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد کی رات کی نماز اور انہی کے روزے تھے۔ آپ آدمی رات سوئے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیچھے نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مضر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔ جیسے فرمان ہے یٰحَبِیْبُ اَوْبِیْ مَعَا لَیْسَ اللّٰہُ نَہُ بِہَا زُوں کُوَانِ کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے اڑتے ہوئے پرند پاس سے گزرتے اور آپ توراۃ پڑھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور اڑنا بھول جاتے بلکہ ٹھہر جاتے۔ حضور نے فتح کو والے دن منجی کے وقت حضرت ام ہانی کے گھر میں آنے رکعت نماز ادا کی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بھی وقت نماز ہے جیسے فرمان ہے يُسَبِّحُنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإشْرَاقِ۔ عبد اللہ بن حارثؓ بن نوفل کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دن میں انہیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے ہاں لے گیا اور کہا کہ آپ ان سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی۔ تو مائی صاحبہؓ نے فرمایا، فتح مکہ

والے دن میرے گھر میں میرے پاس اللہ کے رسول ﷺ آئے۔ پھر ایک برتن میں پانی بھرا دیا اور ایک کپڑا اتان کر نہانے بیٹھ گئے۔ پھر گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعت صلوٰۃ غُضُو' کی ادا کیں، ان کا قیام رکوع، سجدہ اور جلوس سب قریب قریب برابر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ جب یہ سن کر وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے پورے قرآن کو میں نے پڑھ لیا لیکن میں نہیں جانتا کہ غُضُو' کی نماز کیا ہے؟ آج مجھے معلوم ہوا کہ یُسَبِّحُنَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ والی آیت میں بھی اشراق سے مراد یہی غُضُو' ہے۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا۔ جب حضرت داؤد اللہ کی پاکیزگی اور بزرگی بیان فرماتے تو پرندے بھی ہواؤں میں رک جاتے تھے اور حضرت داؤد کی اتاحتی میں ان کی تسبیح کا ساتھ دیتے تھے اور اس کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی اور بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ہم نے اسے سب دے دیں۔ چار ہزار اوقیان کی محافظ سپاہ تھی۔ اس قدر فوج تھی کہ ہر رات تینتیس ہزار فوجی پہرے پر جڑے تھے لیکن جو آج کی رات آتے پھر سال بھر تک ان کی باری نہ آتی۔ چالیس ہزار آدمی ہر وقت ان کی خدمت میں مسلح تیار رہتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے زمانے میں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں میں ایک مقدمہ ہوا۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے دلیل طلب کی وہ کوئی گواہ پیش نہ کر سکا آپؐ نے فرمایا اچھا تمہیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤد کو خواب میں حکم ہوا کہ دعوے دار کو قتل کر دو۔ صبح آپؐ نے دونوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس مدعی کو قتل کر دیا جائے۔

اس نے کہا اے اللہ کے نبی آپ میرے ہی قتل کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اس نے میری گائے چرائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ میرا حکم نہیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور ناممکن ہے کہ یہ قتل جائے۔ تو تیار ہو جا۔ تب اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں اس نے میری گائے غصب کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمے کی وجہ سے نہیں کیا۔ اس کی وجہ اور یہی ہے اور اسے صرف میں ہی جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ آج میں نے اسے فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ پس اس کے بدلے میں اللہ نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤد کی بیعت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی۔ ہم نے اسے حکمت دی تھی یعنی فہم و عقل زیر کی اور دانائی۔ عدل و فراست کتاب اللہ اور اس کی اتباع نبوت و رسالت وغیرہ۔ اور مجتہدوں کا فیصلہ کرنے کا صحیح طریقہ۔ یعنی گواہ لینا، قسم کھلوانا۔ مدعی کے ذمہ بارشوت ڈالنا، مدعی علیہ سے قسم لینا۔ یہی طریقہ فیصلوں کا انبیاء کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔ غرض حضرت داؤد معاملے کی تہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل صحیح و جھوٹ میں صحیح اور کھرے کا امتیاز کر لیتے تھے۔ کلام بھی آپ کا صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ ہی نے اما بعد کا کہنا ایجاد کیا ہے۔ اور فصل الخطاب سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبُؤُا الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۖ إِذْ دَخَلُوا
عَلَى دَاوُدَ فَقَزَعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا
عَلَى بَعْضٍ فَأَحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى
سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۖ إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعَجَةً وَقَلِي
نَعَجَةٌ ۖ وَاحِدَةً فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۖ

کیا تھے جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر ہوئی جبکہ وہ دیوار پھاندا کر عبادت کی جگہ آ گئے ○ جب یہ حضرت داؤدؑ کے پاس پہنچے یہ ان سے ڈر گئے انہوں نے کہا خوف نہ کیجئے ہم دونوں آپس ہی میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں۔ آپ ہمارے درمیان حق فیصلہ کر دیجئے تا انصافی نہ کیجئے اور میں سیدھی راہ بتا دیجئے ○ سنئے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس تو خانوے وغیاہں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے اور مجھ پر بڑی تیزی اور سختی برتاوے ○

(آیت: ۲۱-۲۵) مفسرین نے یہاں پر ایک قصہ بیان کیا ہے لیکن اس کا اکثر حصہ بنواسرائیل کی روایتوں سے لیا گیا ہے۔ حدیث سے ثابت نہیں۔ ابن ابی حاتم میں ایک حدیث ہے لیکن وہ بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی یزید رقاشی ہے گو وہ نہایت نیک شخص ہے لیکن ہے ضعیف۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ قرآن میں جو ہے اور جس پر یہ شامل ہے وہ حق ہے۔ حضرت داؤدؑ کا انہیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنی جہائی کے خاص خلوت خانے میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے اور یکا یک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔ غرضی الخ سے مطلب بات چیت میں غالب آ جانا دوسرے پر چھا جانا ہے۔ حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی آزمائش ہے پس وہ رکوع سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ پس ہم نے اسے بخش دیا۔ یہ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکوں کے ہوتے ہیں وہی کام خواص کے لئے بعض مرتبہ بدیوں کے بن جاتے ہیں۔ یہ آیت سجدہ کے کی ہے یا نہیں؟ اس کی بابت امام شافعی کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں۔ یہ تو سجدہ شکر ہے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ص ضروری سجدوں میں سے نہیں۔ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری وغیرہ) نسائی میں ہے کہ حضورؐ نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا یہ سجدہ حضرت داؤدؑ کا تو توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور نماز میں نے سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا تو میرے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا اَللّٰهُمَّ اَكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَحْرًا وَاَجْعَلْهَا لِيْ عِيْنَكَ ذُخْرًا وَّضَعْ بِهَا عَنِّيْ وَزْرًا وَاَقْبَلْهَا مِنِّيْ كَمَا قَبِلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ يَعْنِيْ اے اللہ! میرے اس سجدہ کے تو میرے لئے اپنے پاس ازراہِ خزانے کا سبب بنا اور اس سے تو میرا بوجھ ہلکا کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤدؑ کے سجدہ کے کو قبول فرمایا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور سجدہ کی آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا اور اس سجدہ سے میں وہی دعا پڑھی جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔ ابن عباسؓ اس آیت

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالٍ نَعَجْتَكَ اِلَىٰ نِعَاجِهِ وَاِنْ كَثِيْرًا
مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا
الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَرَّ دَاوُدُ اَتَمَّا قَتَلَتْهُ فَاسْتَغْفَرَ
رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَاَنَابَ ۖ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا
لِرُزْقٍ وَّحْسَنٍ مَّآبٍ ﴿۱۵﴾

آپ نے فرمایا اس کا اپنی اتنی دنیوں کے ساتھ تیری ایک دینی ملا لینے کا سوال جبکہ ایک ظلم ہے اور اکثر سامعین اور شریک ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کو ظلم و ستم کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور حضرت داؤدؑ سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے ○ پھر تو

اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور پوری طرح رجوع ہو گئے۔ پس ہم نے بھی اسے وہ معاف کر دیا یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں ○

کے عجبہ سے پر یہ دلیل وارد کرتے تھے کہ قرآن نے فرمایا ہے، اس کی اولاد میں سے داؤد و سلیمان ہیں جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی۔ پس تو اسے نبیؑ ان کی ہدایت کی پیروی کر، پس حضورؑ ان کی اقتداء کے مامور تھے اور یہ صاف ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عجبہ کیا اور حضورؑ نے بھی یہ عجبہ کیا۔ ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں سورہ ص لکھ رہا ہوں جب آیت عجبہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم اور دوات اور میرے آس پاس کی تمام چیزوں نے عجبہ کیا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضورؑ سے بیان کیا۔ پھر آپؐ اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر عجبہ کرتے رہے (احمد)

ابو داؤد میں ہے کہ حضورؑ نے منبر پر سورہ ص پڑھی اور عجبہ کی آیت تک پہنچ کر منبر سے اتر کر آپؐ نے عجبہ کیا اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے بھی عجبہ کیا۔ ایک مرتبہ اور آپؐ نے اسی سورت کی تلاوت کی جب آیت عجبہ تک پہنچے تو لوگوں نے عجبہ کی تیاری کی آپؐ نے فرمایا یہ تو ایک نبی کی توبہ کا عجبہ تھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم عجبہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہو چنانچہ آپؐ اترے اور عجبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہم نے اسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اس کی بڑی منزلت اور قدر ہوگی۔ نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔ حدیث میں ہے، عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمن کے دائیں جانب ہوں گے۔ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنی اہل و عیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں، عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے، سب سے زیادہ اللہ کے دوست اور سب سے زیادہ اس کے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں اور سب سے زیادہ دشمن اور سب سے سخت عذاب والے وہ ہوں گے جو ظالم بادشاہ ہوں۔ (ترمذی وغیرہ) حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں، قیامت کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اسے داؤد جس پیاری دردناک میٹھی اور جاذب آواز سے تم میری تعریفیں دنیا میں کرتے تھے اب بھی کرو۔ آپؐ فرمائیں گے باری تعالیٰ اب وہ آواز کہاں رہی؟ اللہ فرمائے گا، میں نے وہی آواز آج تمہیں بھر عطا فرمائی۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دلکش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں اللہ کی حمد و ثنائیاں کریں گے جسے سن کر جنتی اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے اور یہ سر ملی آواز اور نورانی گلا انہیں سب نعمتوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرے گا۔

يٰۤاٰدُوۤدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَظِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا
كُفَرُوۤا۟ۤا۟
سُوۤرَةُ الْحَسَابِ ۝۱۱

اے داؤد ہم نے تجھیں زمین کا خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو نہ وہ تمہیں راہ الہی سے ہٹکا دے گی یقیناً جو لوگ راہ الہی سے ہٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے ○

صاحب اختیار لوگوں کے لئے انصاف کا حکم: ☆☆ (آیت: ۲۶) اس آیت میں بادشاہ اور ذی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ

عدل و انصاف کے ساتھ قرآن وحدیث کے مطابق فیصلے کیا کریں ورنہ اللہ کی راہ سے بھٹک جائیں گے اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوگا۔ حضرت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا جی ہاں۔ خلیفہ نے کہا۔ ضرور جی ہاں تاؤ اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔ فرمایا اے امیر المؤمنین اللہ کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا۔ انہیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی لیکن اس کے باوجود کتاب اللہ ان سے کہتی ہے یا داؤد اِنَّا اخُ

عکرمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب کو سخت عذاب ہیں ان کے بھول جانے کے باعث سہی کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكَ ظَنُّ
الَّذِينَ كَفَرُوا قَوْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۖ أَمْ نَجْعَلُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ
الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۚ كَتَبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ
وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو باطل اور ناحق پیدا نہیں کیا یہ ممکن تو کافروں کا ہے سو کافروں کے لئے خرابی ہے آگ کی ○ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے؟ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ ○ یہ بابرکت کتاب جو ہم نے تیری طرف اس لئے نازل فرمائی ہے کہ لوگ اس کی آیاتوں پر غور و فکر کریں اور عقل مند اس سے صیحت حاصل کر لیں ○

(آیت: ۲۵-۲۹) ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بیکار نہیں۔ یہ سب عبادت خالق کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والوں کی سر بلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انہیں یونہی پیدا کر دیا ہے؟ دار آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں یہ غلط ہے۔ ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی کیونکہ اس آگ میں انہیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے اللہ کے فرشتوں نے بڑھ کر رکھی ہے۔ یہ نامکن ہے اور ان ہونی بات ہے کہ مومن ومفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔ اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو تو تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔ حالانکہ یہ خلاف انصاف ہے قیامت ضرور آئے گی نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔ پس عقلی اقتضا بھی دار آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم باپ اللہ کی درگاہ سے راندہ ہو ادنیٰ میں خوش وقت ہے مال اولاد فراغت تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مومن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ ایک ایک راحت سے دور ہے۔ تو حکمت علیم وحکیم وعادل کا اقتضا یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس تک حرام سے اس کی تک حرامی کا بدلہ لیا جائے اور اس صابر و شاکر فرما پر دار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے۔ اور یہی دار آخرت میں ہوتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے۔ چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اس نیکی کا رہبر یہی ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کئے اور قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی نہیں کیا۔ لوگ کہتے ہیں: ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا۔ ایسا نہ چاہیے۔ اصل غور و خوض اور نصیحت و عبرت عمل ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ
بِالْعِشِيِّ الضَّفِيفَةِ الْحِيَادُ ۝ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ
عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوهَا عَلَيَّ
فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝

ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ نامی فرزند عطا فرمایا جو بڑا اچھا بندہ تھا اور بے حد رجوع رہنے والا تھا ۝ ان کے سامنے شام کے وقت تیز رو عاصی کے گھوڑے پیش کئے گئے ۝ تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا ۝ ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ ۝ پھر تونچہ لیں اور گروہوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا ۝

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث: ☆☆☆ (آیت: ۳۰-۳۳) اللہ تعالیٰ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر فرما رہا ہے کہ ان کی نبوت کا وارث ان کے لڑکے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کر دیا۔ اسی لئے صرف حضرت سلیمانؑ کا ذکر کیا اور نہ ان کے اور بچے بھی تھے۔ ایک سو عورتیں آپ کی لوطیوں کے علاوہ تھیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ یعنی حضرت داؤدؑ کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے یعنی نبوت آپ کے بعد انہیں ملی۔ یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے یعنی خوب عبادت گزار تھے اور اللہ کی طرف جھکنے والے تھے۔ کھول کہتے ہیں کہ جناب داؤدؑ نبی نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور ان کے معقول جوابات پا کر فرمایا کہ آپ نبی اللہ ہیں۔ پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ کی طرف سکیخت اور ایمان۔ پوچھا کہ سب سے زیادہ قیمتی چیز کیا ہے؟ جواب ملا اللہ کی رحمت۔ پوچھا سب سے زیادہ مضائقہ والی چیز کیا ہے؟ جواب دیا اللہ کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا (ابن ابی حاتم) حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کی بادشاہت کے زمانے میں ان کے گھوڑے پیش کئے گئے۔ یہ بہت تیز رفتار تھے جو تین ناگوں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیوٹو نبی ساز میں پر نکلتا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ پر دار گھوڑے تھے۔ تعداد میں ہیں تھے۔ ابراہیمؑ نبی نے گھوڑوں کی تعداد میں ہزار بتلائی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابو داؤدؑ میں ہے حضورؑ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے گھر میں تشریف فرماتے جو تیز ہوا کے جھوکے سے گھر کے کونے کا پردہ ہٹ گیا۔ وہاں حضرت عائشہؓ کی کھینے کی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضورؑ کی نظر بھی پڑ گئی۔ دریافت کیا یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سنا ہوا ہے جس کے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گھوڑا ہے فرمایا اور یہ اس کے اوپر دونوں طرف کپڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا یہ دونوں اس کے پر ہیں۔ فرمایا اچھا گھوڑا اور اس کے پر

بھی؟ صدیقہؓ نے عرض کیا 'کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان کے پر دار گھوڑے تھے یہ سن کر حضورؐ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کے آخری دانت دکھائی دینے لگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا۔ بالکل بھول گئے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام جنگ خندق والے دن لڑائی کی مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھا سکتے تھے اور مغرب کے بعد ادا کی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا کہتے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے 'حضورؐ میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ آپؐ نے فرمایا 'میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بلحان میں گئے۔ وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین سلیمان میں جنگی مصالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جنہیں اسی مقصد سے رکھا تھا۔ چنانچہ بعض علماءؒ نے یہ کہا بھی ہے کہ صلوة خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا۔ بعض کہتے ہیں جب تلواریں تہی ہوئی ہوں، لشکر بھڑ گئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع و سجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تسبیح و تحمید کے بعد موقعہ پر کیا تھا لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمانؑ کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے۔ انہیں واپس منگوا کر ان کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا 'میرے رب کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا۔ میں ایسی چیز ہی نہیں رکھنے کا۔ چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئیں اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپؐ نے گھوڑوں کے پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا۔

امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلا وجہ جانوروں کو ایذا پہنچانی ممنوع ہے۔ ان جانوروں کو کوئی قصور نہ تھا جو انہیں کھانا دیتے لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات ان کی شرع میں جائز ہو خصوصاً ایسے وقت جبکہ وہ یاد اللہ میں حارج ہوئے اور وقت نماز نگل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان گھوڑوں سے بھی تیز اور بلکی چیز اللہ نے اپنے نبی کو عطا فرمائی یعنی ہوا ان کے تابع کر دی۔ حضرت ابو قتادہؓ اور حضرت ابو صہا کشرؓ کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا اللہ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿٢٥﴾
 قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ
 بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٢٦﴾

ہم نے یسلمان کی آزمائش کی اور ان کے تحت پر ایک جسم ڈال دیا۔ پھر اس نے رجوع کیا ○ کہا کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو تو بڑا ہی دینے والا ہے ○

سلیمان علیہ السلام کا تفصیلی تذکرہ: ☆ ☆ (آیت: ۳۴-۴۰) ہم نے حضرت سلیمان کا امتحان لیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔ یعنی شیطان۔ پھر وہ اپنے تخت و تاج کی طرف لوٹ آئے۔ اس شیطان کا نام صحر تھا یا آصف تھا یا صرو تھا یا حقیق تھا۔ یہ واقعہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ کسی نے تفصیل کے ساتھ کسی نے اختصار کے ساتھ۔ حضرت قتادہؓ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام

کو بیت المقدس کی تعمیر کا اس طرح حکم ہوا کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے۔ آپ نے ہر چند مدحیریں کیں، لیکن کارگر نہ بنیں۔ پھر آپ نے سنا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے جس کا نام صحر ہے۔ وہ البتہ ایسی ترکیب بتا سکتا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے کسی طرح لاؤ۔ ایک دریا سمندر میں ملتا تھا۔ ہر ساتویں دن اس میں لالباہ پانی آ جاتا تھا اور یہی پانی یہ شیطان پیتا تھا۔ اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر کے پانی کو بند کر کے اس کے آنے والے دن اسے شراب سے پر کر دیا گیا۔ جب یہ شیطان آیا اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگا یہ تو مزے کی چیز ہے لیکن عقل کی دشمن، بہالت کو ترقی دینے والی چیز ہے۔ چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پینا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اسے حضرت سلیمان کی انگوٹھی دکھائی گئی یا موندھوں کے درمیان اس سے مہر لگا دی گئی۔ یہ بے بس ہو گیا۔ حضرت سلیمان کی حکومت اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی۔ جب یہ حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے یہ کام سرانجام دینے کا حکم دیا۔ یہ بد مذہب کے انڈے لے آیا اور انہیں جمع کر کے ان پر شیشہ رکھ دیا۔ بد مذہب یا۔ اس نے اپنے انڈے دیکھے۔ چاروں طرف گھوما لیکن دیکھا کہ ہاتھ نہیں آ سکتے، اڑ کر واپس چلا گیا اور الماس لے آیا اور اسے اس شیشے پر رکھ کر شیشے کو کاٹنا شروع کر دیا آخر وہ کٹ گیا اور بد مذہب اپنے انڈے لے گیا اور اس الماس کو بھی لے لیا گیا اور اسی سے پتھر کاٹ کاٹ کر عمارت شروع ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلا میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار جاتے۔ ایک دن حمام میں جانا تھا اور یہ شیطان آپ کے ساتھ تھا آپ اس وقت فرضی غسل کے لئے جا رہے تھے۔ انگوٹھی اسی کو سوپ دی اور چلے گئے۔ اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور شیطان پر حضرت سلیمان کی شکل ڈال دی گئی اور آپ سے تخت و تاج چھین گیا۔ سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا سو اے آپ کی بیویوں کے۔ اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں ظہور میں آنے لگیں۔ اس زمانہ میں ایک صاحب تھے جو ایسے ہی تھے جیسے حضور کے زمانہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔ اس نے کہا آ زماش کرنی چاہیے۔ مجھے تو یہ شخص سلیمان معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک روز اس نے کہا: کیوں جناب اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور موسم ذرا خفتنا ہوا اور وہ سورج طلوع ہونے تک غسل نہ کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ چالیس دن تک یہ تخت سلیمان پر رہا۔ پھر آپ کو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی۔ ہاتھ میں ڈالتے ہی پھر تمام چیزیں آپ کی مطیع ہو گئیں۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں۔ آپ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جن کا نام جراوہ تھا۔ جب جنبی ہوتے یا پاخانہ جاتے تو اپنی انگوٹھی انہی کو سوپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ پاخانہ گئے۔ پیچھے سے ایک شیطان آپ ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی۔ آپ نے دے دی۔ یہ آتے ہی تخت پر بیٹھ گیا۔ جب حضرت سلیمان آئے اور انگوٹھی طلب کی تو بیوی صاحبہ نے فرمایا آپ انگوٹھی تو لے گئے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی آزمائش ہے۔ نہایت پریشان حالی سے محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی لیکن احکام کی تبدیلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمان نہیں۔ چنانچہ ان کی جماعت آپ کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا: یہ کیا معاملہ ہے۔ ہمیں سلیمان کی ذات میں شک پڑ گیا ہے۔ اگر یہ سچ سلیمان ہے تو اس کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ کہ یہ سلیمان ہی نہیں۔ ورنہ ایسے خلاف شرع احکام نہ دیتا۔ عورتیں یہ سن کر رونے لگیں۔ یہ یہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے ارد گرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے اور تو رات کھول کر اس کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ ضیعت شیطان کلام اللہ سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی جسے ایک مچھلی نگل گئی۔ حضرت سلیمان یونہی اپنے دن گزارتے تھے۔

ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے۔ بھوک بہت لگی ہوئی تھی ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آ کر ان

سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منگا اپنے تئیں سلیمان بتاتا ہے۔ انہوں نے آپ کو مارنا پینا شروع کیا۔ آپ زخمی ہو کر کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھونے لگے۔ بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھی اسے بھی دو۔ مچھلیاں دے آؤ۔ بھوکا ہے۔ بھون کھاے گا۔ چنانچہ وہ دو مچھلیاں آپ کو دے آئے بھوک کی وجہ سے آپ اپنے زخم کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ قدرت الہی سے اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی۔ آپ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی۔ اسی وقت پرندوں نے آ کر آپ پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور آپ سے معذرت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ سب امر الہی تھا۔ اللہ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ آپ آئے۔ اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ چنانچہ اسے قید کر لیا گیا۔ آپ نے اسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دی اور سمندر میں پھینکوا دیا جو قیامت تک وہیں قید رہے گا۔ اس کا نام حقیق تھا۔

فَسَخَرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيْطَانُ
كُلَّ بَسَاءٍ وَوَعَوَّاصٍ ۝ وَالْآخِرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا
عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَإِلَّا لَهْ عَذَابٌ
لَزِيزٌ وَحَسَنٌ مَا بَ ۝

پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا۔ وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے بڑی پہنچا دیا کرتی تھی ○ اور عاتقور جنات کو بھی ان کا ماتحت کر دیا ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خور کو ○ اور دوسرے جنات کو بھی جو غیور میں جکڑے رہتے ○ یہ ہے ہمارا عطیہ۔ تو اب احسان کر یا روک رکھ کچھ حساب نہیں ○ ان کے لئے ہمارے پاس بڑا ازاد کی کا مرتبہ ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے ○

آپ کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو یہ بھی پوری ہوئی اور آپ کے تابع ہوا میں کردی گئیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شیطان سے جس کا نام آصف تھا ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس طرح فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا ڈرا مجھے انگوٹھی دکھاؤ میں ابھی آپ کو دکھا دیتا ہوں۔ آپ نے انگوٹھی دے دی اس نے اسے سمندر میں پھینک دیا تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا اور آپ کے لباس میں لوگوں کو راہ اللہ سے ہٹانے لگا۔ ”یاد رہے کہ یہ سب واقعات بنی اسرائیل کے بیان کردہ ہیں“ اور ان سب سے زیادہ منکر واقعہ وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے جس کا اوپر بیان ہوا جس میں آپ کی بیوی صاحبہ حضرت جراوہ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر نبوت یہاں تک پہنچی تھی کہ لڑکے آپ کو پتھر مارتے تھے۔ آپ کی بیویوں سے جب علماء نے معاملہ کی تقشیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں بھی اس کے سلیمان ہونے سے انکار ہے کیونکہ وہ حالت حیض میں ہمارے پاس آتا ہے۔ شیطان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ راز کھل گیا ہے تو اس نے جادو اور کھڑکی کتابیں لکھوا کر کرسی تلخ دفن کر دیں اور پھر لوگوں کے سامنے انہیں نکلوا کر ان سے کہا دیکھو ان کتابوں کی بدولت سلیمان تم پر حکومت کر رہا تھا چنانچہ لوگوں نے آپ کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سلیمان سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بہت سی مچھلیاں خریدیں مزدور کو بلایا آپ پہنچے اس نے کہا یہ اٹھاؤ۔ پوچھا مزدوری کیا دو گئے؟ اس نے کہا اس میں سے ایک مچھلی تجھے دے دوں گا۔ آپ نے نوکر اس پر رکھا۔ اس کے ہاں پہنچایا۔ اس نے ایک مچھلی دے دی۔ آپ نے

اس کا بیٹ چاک کیا۔ پیٹ چاک کرتے ہی وہ انگلی نکل پڑی پہننے ہی کل شیاطین جن انسان پھر تابع ہو گئے اور جہنم باندھ کر حاضر ہو گئے۔ آپ نے ملک پر قبضہ کیا اور اس شیطان کو سخت سزا دی۔ پس اُنم آنا ب سے مراد شیطان جو مسلط کیا گیا تھا اس کا لوٹنا ہے۔ اس کی اسناد حضرت ابن عباسؓ تک ہے تو قویٰ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسے حضرت ابن عباسؓ نے اہل کتاب سے لیا ہے یہ بھی اس وقت جبکہ اسے ابن عباسؓ کا قول مان لیں۔ اہل کتاب کی ایک جماعت حضرت سلیمانؑ کو نبی نہیں مانتی تھی تو عجب نہیں کہ یہ بے ہودہ قصہ اسی خبیث جماعت کا گھڑا ہوا ہو۔ اس میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو بالکل ہی منکر ہیں خصوصاً اس شیطان کا آپ کی عورتوں کے پاس جانا۔ دوسرے ائمہ نے بھی ایسے ہی قصے بیان تو کئے ہیں لیکن اس بات کا سب نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جن ان کے پاس نہیں جاسکا اور نبی کے گھرانے کی عورتوں کی عصمت و شرافت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن سب کی اصل یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور اہل کتاب سے لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

شیباؑ فرماتے ہیں آپ نے اپنی انگلی مسلمان میں پائی تھی اور بیت المقدس تک تو اعضا آپ پیدل چلے تھے۔ امام ابن ابی حاتم نے مفت سلیمان میں حضرت کعب احبارؓ سے ایک عجیب خبر روایت کی ہے۔ ابو اسحاق مصری کہتے ہیں کہ جب ارم ذات العماد کے قصبے سے حضرت کعبؓ نے فراغت حاصل کی تو حضرت معاویہؓ نے کہا ابو اسحاق آپ حضرت سلیمانؑ کی کرسی کا ذکر بھی کیجئے۔ فرمایا کہ وہ ہاتھی دانت کی تھی۔ دریا قوت زبرد اور لؤلؤ سے موصع تھی اور اس کے چاروں طرف سونے کے گھجور کے درخت بنے ہوئے تھے جن کے خوشے بھی موتیوں کے تھے۔ ان میں سے جو دائیں جانب تھے ان کے سرے پر سونے کے موز تھے اور بائیں طرف والوں پر سونے کے گلدھے تھے۔ اس کرسی کے پہلو درجے پر دائیں جانب سونے کے دو درخت صنوبر کے تھے اور بائیں جانب سونے کے دو شیر بنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر زبرد کے دو ستون تھے اور کرسی کے دونوں جانب انگور کی سنہری پیلیں تھیں جو کرسی کو ڈھانپنے ہوئے تھیں۔ اس کے خوشے بھی سرخ موتی کے تھے۔ پھر کرسی کے اعلیٰ درجے پر دو شیر بہت بڑے سونے کے بنے ہوئے تھے جن کے اندر خول تھا ان میں مشک و عنبر بھرا ہوا تھا۔ جب حضرت سلیمانؑ کرسی پر آتے تو یہ شیر حرکت کرتے اور ان کے گھونٹنے سے ان کے اندر سے مشک و عنبر چاروں طرف چھڑک دیا جاتا پھر دو ممبر سونے کے اور بچھائے جاتے جن پر بنو اسرائیل کے قاضی ان کے علماء اور ان کے سردار بیٹھے۔ ان کے پیچھے پینتیس ممبر سونے کے اور ہوتے تھے جو خالی رہا کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ جب تشریف لاتے پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی کرسی ان تمام چیزوں سمیت گھوم جاتی شیر اپنا دھاننا قدم آگے بڑھا دیتا اور گدھ اپنا دایاں پر۔ جب آپ تیسرے درجے پر چڑھ جاتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے تو ایک بڑا گدھ آپ کا تاج لے کر آپ کے سر پر رکھتا۔ پھر کرسی زور زور سے گھومتی۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا آخراں کی کیا وجہ؟ فرمایا وہ ایک سونے کی لاث پر تھی جسے صحرنے بنایا تھا۔ اس کے گھومتے ہی نیچے والے مور گدھ وغیرہ سب اوپر آ جاتے اور سر جھکاتے پر پھر چمڑاتے جس سے آپ کے جسم پر مشک و عنبر کا چھڑکاؤ ہو جاتا۔ پھر ایک سونے کا کبوتر تورات اٹھا کر آپ کے ہاتھ میں دیتا جسے آپ تلاوت فرماتے۔ لیکن یہ روایت بالکل غریب ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسا ملک دے کہ مجھ سے کوئی اور چھین نہ سکے جیسے کہ اس جسم کا واقعہ ہوا جو آپ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسروں کے لئے ایسے ملک کے نہ ملنے کی دعا کرتے ہوں۔ لیکن جن بعض لوگوں نے یہ معنی لئے ہیں وہ کچھ ٹھیک نہیں آتے بلکہ صحیح مطلب یہی ہے کہ آپ کی دعا کا یہی مطلب تھا کہ مجھے ایسا ملک اور سلطنت دی جائے کہ میرے بعد پھر کسی اور شخص کو ایسی سلطنت نہ ملے۔ یہی آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری شریف

میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا: ایک سرکش جن نے گذشتہ شب مجھ پر زیادتی کی اور میری نماز بگاڑ دینا چاہی لیکن اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے اس ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب اسے دیکھو لیکن اسی وقت مجھے میرے بھائی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا یاد آگئی۔ راوی حدیث حضرت روح فرماتے ہیں پھر حضورؐ نے اسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑ دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نماز میں کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ پھر آپؐ نے تین بار فرمایا: اَللّٰهُمَّ بَلِّغْهُ اللّٰہَ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ اس طرح بڑھایا کہ گویا آپؐ کسی چیز کو لینا چاہتے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے آپؐ سے ان دونوں باتوں کی وجہ پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا دشمن اٹلیں آگ لے کر میرے منہ میں ڈالنے کے لئے آیا تو میں نے تین مرتبہ اَعُوْذُ بِہِی پھر تین مرتبہ اس پر لعنت بھیجی لیکن پھر بھی نہ ہٹا۔ پھر میں نے چاہا کہ اسے پکڑ کر باندھ دوں تاکہ مدینے کے لڑکے اس سے کھیلیں، اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو میں یہی کرتا۔ حضرت عطاء بن یدلیسؒ نماز پڑھ رہے تھے جو ابو عبیدہؓ نے ان کے سامنے سے گزرتا چاہا۔ انہوں نے انہیں اپنے ہاتھ سے روک دیا۔ پھر فرمایا مجھ سے حضرت ابوسعید خدریؓ نے حدیث بیان کی کہ حضورؐ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ یہ بھی آپؐ کے پیچھے تھے۔ قراءت آپؐ پر خلط ملط ہو گئی۔ فارغ ہو کر فرمایا۔ کاش تم دیکھتے کہ میں نے اٹلیں کو پکڑ لیا تھا اور اس قدر اس کا گھاگھوٹنا کہ اس کے منہ کے جھاگ میری شہادت کی اور صبح کی انگلی پر پڑی۔ اگر میرے بھائی حضرت سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح ہو تو اسے مسجد کے ستون سے باندھا ہوا اور مدینہ کے بچے اسے ستاتے، تم سے جہاں تک ہو سکے اس بات کا خیال رکھو کہ نماز کی حالت میں تمہارے سامنے سے کوئی گزرنے نہ پائے (مسند احمد)

مسند کی اور حدیث میں ہے: عبداللہ دہلیسی کہتے ہیں میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس طائف کے ایک باغ میں گیا جس کا نام رھط تھا۔ آپؐ اس وقت ایک قریشی کا محاصرہ کرے ہوئے تھے جو زانی اور شرابی تھا۔ میں نے ان سے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ آپؐ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جو ایک گھونٹ شراب پئے گا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا اور برا آدمی وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برا ہو گیا ہے۔ جو شخص صرف نماز ہی کی نیت سے بیت المقدس کی مسجد میں جائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔ وہ شرابی جسے حضرت عبداللہ پکڑے ہوئے تھے وہ شراب کا ذکر سنتے ہی جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چمڑا کر بھاگ گیا۔ اب حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: کسی کو حلال نہیں کہ میرے ذمے وہ بات کرے جو میں نے نہ کی ہو۔

میں نے حضورؐ سے یوں سنا ہے: جو شخص شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لے اس کی چالیس دن کی نماز نامقبول ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر دوبارہ لوٹے تو پھر چالیس دن تک کی نمازیں نامقبول ہیں۔ پھر اگر توبہ کر لے تو توبہ مقبول ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ تیسری چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ پھر اگر لوٹے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے بدن کا خون پیپ، پیشاب وغیرہ قیامت کے دن پلائے گا اور حضورؐ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور ڈالا جس پر وہ نور اس دن پڑ گیا، وہ توبہ دیت والا ہو گیا اور جس تک وہ نور نہ پہنچا وہ جھٹک گیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل چکا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں جن میں سے دو تو انہیں مل گئیں اور میں امید ہے کہ تیسری ہمارے لئے ہو (۱) مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو (۲) مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہو۔ تیسری دعا یہ تھی کہ جو شخص اپنے گھر سے اس مسجد کی نماز کے ارادے ہی سے نکلے تو جب وہ لوٹے تو ایسا ہو جائے گویا آج پیدا ہوا ہو! ہمیں اللہ سے امید ہے کہ یہ ہمارے لئے اللہ نے دی ہو۔ طبرانی میں ہے: حضورؐ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے لئے

ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ حضرت داؤد نے پہلے اپنا گھر بنالیا۔ اس پر وحی آئی کہ تم نے اپنا گھر میرے گھر سے پہلے بنایا۔ آپ نے عرض کیا۔ پروردگار میری فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر مسجد بنانی شروع کی۔ دیواریں پوری ہو گئیں تو اتفاقاً کتہائی حصہ گر گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جواب ملا کہ تو میرا گھر نہیں بنا سکتا۔ پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہا ہے۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ وہ بھی تیری ہی محبت میں فرمایا ہاں لیکن وہ میرے بندے تھے۔ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ آپ کو یہ کلام سن کر سخت پریشانی ہوئی۔ پھر وحی آئی کہ تم گن گنہ ہو۔ میں اسے تیرے لڑکے سلیمان کے ہاتھوں پر اکر اؤں گا۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان نے اسے بنانا شروع کیا۔ جب پورا کر چکے تو بڑی بڑی قربانیاں کیں اور ذبح ذبح کئے اور بنواسرائیل کو جمع کر کے خوب کھلایا پلایا۔ اللہ کی وحی آئی کہ تو نے یہ سب کچھ میرے حکم کی تعمیل کی خوشی میں کیا ہے۔ تو مجھ سے مانگ۔ جو مانگے گا پائے گا۔ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے تین سوال ہیں مجھے ایسا فیصلہ بجا جو تیرے فیصلے کے مطابق ہو اور ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو اور جو اس گھر میں آئے صرف نماز کے ارادے سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا آزاد ہو جائے جیسے آج پیدا ہوا۔ ان میں سے دو چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمادیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی دے دی گئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ہر دعا کو ان لفظوں سے شروع فرماتے سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَلَا عَلَى الْوُحَّابِ (مسند احمد)

اور روایت میں ہے کہ حضرت داؤد کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان سے فرمایا مجھ سے اپنی حاجت طلب کرو۔ آپ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے ایسا دل دے جو تجھ سے ڈرتا رہے جیسے کہ میرے والد کا دل تجھ سے خوف کیا کرتا تھا اور میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے جیسے کہ میرے والد کے دل میں تیری محبت تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا کہ میرا بندہ میری عین عطا کے وقت بھی مجھ سے میرا ڈر اور میری محبت طلب کرتا ہے مجھے اپنی قسم میں اسے اتنی بڑی سلطنت دوں گا جو اس کے بعد کسی کو نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجت میں ہوا میں کر دیں اور جنات کو بھی ان کا ماتحت بنادیا۔ اور اسی قدر ملک و مال پر بھی انہیں حساب قیامت سے آزاد کر دیا۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی کہ باری تعالیٰ سلیمان کے ساتھ بھی اسی لطف و کرم سے پیش آ جو لطف و کرم تیرا مجھ پر ہا تو وحی آئی کہ سلیمان سے کہہ دو وہ بھی اسی طرح میرا رہے جس طرح تو میرا تھا تو میں بھی اس کے ساتھ ہو جاؤں گا جیسے کہ تیرے ساتھ تھا۔ پھر بیان ہوا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی محبت میں آ کر ان خوبصورت پیارے وفادار تیز رو گھوڑوں کو کاٹ ڈالا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ان کے عوض ان سے بہتر عطا فرمائی۔ یعنی ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا جو مینے بھری راہ کو کبھی کی ایک گھڑی میں طے کر دیتی تھی۔ اور اسی طرح شام کو۔ جہاں کا ارادہ کرتے ڈرائی دیر میں پہنچا دیتی۔ جنات کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا۔ ان میں سے بعض بڑی اونچے لمبی انگلیں پتہ عمارت کے بنانے کے کام سرانجام دیتے جو انسانی طاقت سے باہر تھا اور بعض غوطہ خور تھے جو سمندر کی تہ میں سے لولو جو اہر اور دیگر قسم قسم کی نفیس و نادر چیزیں لا دیتے تھے۔ پھر اور کچھ تھے جو بیماری بھاری بیڑیوں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ یا تو وہ تھے جو حکومت سے سرتابی کرتے تھے یا کام کاج میں شرارت اور کدکرتے تھے یا لوگوں کو ستاتے اور ایذا دیتے تھے۔

یہ ہے ہماری مہربانی اور ہماری بخشش اور ہمارا انعام اور ہمارا عطیہ اب تجھے اختیار ہے جس سے جو چاہے سلوک کر سب بے حساب ہے۔ کسی پر کڑ نہیں۔ جو تیری زبان سے نکلے گا وہ حق ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے جب رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں عبد و رسول رہیں یعنی جو حکم کیا جائے بجالاتے رہیں اللہ کے فرمان کے مطابق تقسیم کرتے رہیں اور اگر چاہیں نبی اور بادشاہ بنادیں جائیں۔ جسے چاہیں دیں جسے چاہیں نہ دیں اور اس کا کوئی حساب اللہ کے ہاں نہ لیا جائے تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ لیا اور آپ کے مشورے سے پہلی بات قبول فرمائی کیونکہ فضیلت کے لحاظ سے اولیٰ اور اعلیٰ وہی ہے۔ گو نبوت و سلطنت بھی بڑی چیز ہے۔

اسی لئے حضرت سلیمان کا دیوی عز و جاہ بیان کرتے ہی فرمایا کہ وہ دار آخرت میں بھی ہمارے پاس بڑے مرتبے اور بہترین بزرگی اور اعلیٰ ترقی والا ہے۔

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لَّيُوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أِنِّي مَسْنَى الشَّيْطَانُ بِنَصْبٍ
وَعَذَابٍ لِّئَلَّا أُكَفَّ هَذَا مُغْتَسِلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝
وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَى لِّأُولِي
الْأَلْبَابِ ۝ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ إِنَّهُ وَجَدَنُكَ
صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کر چکے اس نے اپنے رب کو کہا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے ○ اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہ ہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ○ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی۔ اسی کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور غلغلہ کی تسکین کے لئے ○ اور اپنے ہاتھ میں تیلیوں کی ایک جھاڑی لے کر مارو اور قسم کا خلاف نہ کرنا تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا ○

حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کا صبر : ☆ ☆ (آیت: ۴۱-۴۳) حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے اور ان کے صبر اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا، اولادیں مر گئیں، جسم مریض ہو گیا یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو۔ صرف دل سلامت رہ گیا۔ اور پھر فقری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا۔ کوئی نہ تھا جو خبر گیر ہوتا سوائے ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے جن کے دل میں خوف الہی تھا اور اپنے خاوند اور اللہ کے رسول کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے میاں کا پیٹ پالنی تھیں۔ آٹھ سال تک یہی حال رہا حالانکہ اس سے پہلے ان سے بڑھ کر مالدار کوئی نہ تھا۔ اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔ اب ہر چیز چھین لی گئی تھی۔ اور شہر کا کوڑا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا وہاں آپ کو لا بٹھایا تھا۔ اسی حال میں ایک دو دن نہیں سال دو سال نہیں آٹھ سال کا دل گزاری اپنے اور غیر سب نے منہ پھیر لیا تھا۔ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ صرف آپ کی یہی ایک بیوی صاحبہ جو ہر وقت دن اور رات آپ کی خدمت میں کمر بستہ تھیں۔ ہاں پیٹ پالنے کے لئے محنت مزدوری کے وقت آپ کے پاس سے چلی جاتی تھیں یہاں تک کہ دن پھرے اور اچھا وقت آ گیا تو رب العالمین اللہ المرسلین کی طرف تضرع و زاری کی اور کپکپاتے ہوئے کلیجے سے دل سے دعا کی کہ اے میرے پالنہار اللہ! مجھے دکھ نے ترپا دیا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔ یہاں جو دعا ہے اس میں جسمانی تکلیف اور مال و اولاد کے دکھ اور دکا ذکر کیا۔ اسی وقت رحیم و کریم اللہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں کے گلتے ہی وہاں ایک چشمہ اٹلنے لگا۔ حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کر لو۔ غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی یہ نہیں۔ پھر حکم ہوا کہ اور جگہ اڑی لگاؤ۔ وہاں پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر و باطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اٹھارہ سال تک اللہ کے یہ پیغمبر دکھ درد میں مبتلا رہے اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا۔ ہاں آپ کے مخلص دوست صبح شام خیریت خبر کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال

یہ ہے کہ ایوب نے اللہ کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں پڑا ہوا ہے اور اللہ اس پر رحم کرے۔ اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کی یہ بات ذکر کر دی۔ آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ میری یہ حالت تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھا اور دونوں اللہ کو بیچ میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جائے کیونکہ وہ میں سے ایک تو ضرور مجرم ہوگا اور دونوں اللہ کا نام لے رہے ہیں تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام اللہ کی ہے، نبی نہ ہو۔ آپ سے اس وقت چلا پھرا بلکہ اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔ پاخانے کے بعد آپ کی بیوی صلابہ آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ نہیں تھیں۔ آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور دعا کی اور اللہ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر لات مار دو۔ بہت دیر کے بعد جب آپ کی بیوی صلابہ آئیں تو دیکھا کہ مریض تو ہے نہیں اور کوئی اور شخص تندرست نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے۔ پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ اے اللہ کے نیک بندے یہاں اللہ کے ایک نبی جو درد کش میں مبتلا تھے انہیں دیکھا ہے؟ واللہ کہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے تب آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ راوی کہتا ہے آپ کی دو کوکھیاں تھیں ایک گیسوں کے لئے اور ایک جو کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے دوا بر بھیجی۔ ایک میں سونا برسا اور ایک کو کھٹی اناج کی اس سے بھر گئی دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری کو کھٹی اس سے بھر گئی (ابن جریر)

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر نہا رہے تھے جو آسمان سے سونے کی ٹنڈیاں برسنے لگیں آپ نے جلدی جلدی انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنی شروع کیس تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب کیا میں نے تمہیں غنی اور بے پروا نہیں کر رکھا؟ آپ نے جواب دیا۔ ہاں الہی۔ بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صابر پیغمبر کو نیک بدلہ اور بہتر جزا عطا فرمائیں۔ اولاد بھی دی اور اسی کے مثل اور بھی دی بلکہ حضرت حسنؓ اور قنادہؓ سے منقول ہے کہ مردہ اولاد اللہ نے زندہ کر دی اور اس ہی اور نئی دی۔ یہ تھا اللہ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال، رجوع الی اللہ، تواضع اور انکساری کے بدلے اللہ نے انہیں دیا اور غلظتوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کثاردگی ہے اور رحمت و راحت ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں وہ اپنے بالوں کی ایک لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھیں۔ اس پر آپ ناراض ہوئے تھے اور قسم کھائی تھی کہ شفا کے بعد سو کوڑے ماریں گے۔ دوسروں نے وجہ ناراضگی اور بیان کی ہے۔ جبکہ آپ تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کا پورا کریں لیکن ایسی نیک صفت عورت اس سزا کے لائق تھیں جو حضرت ایوبؑ نے طے کر رکھی تھی۔ جس عورت نے اس وقت خدمت کی جبکہ کوئی ساتھ نہ تھا اسی لئے رب العالمین ارحم الراحمین نے ان پر رحم کیا۔ اور اپنے نبی کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجور کا ایک خوشہ لے لو جس میں ایک سو تینس ہوں اور ایک انہیں مار دو۔ اس صورت میں قسم کا خلاف نہ ہوگا اور ایک ایسی صابروہ شاکرہ نیک بیوی پر سزا بھی نہ ہوگی۔ یہی دستور الہی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رجتے ہیں برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت ایوبؑ کی ثناء و صفت بیان فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صابر و ضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی۔ وہ ہماری ہی طرف جھٹکارا ہوا ہم ہی سے لو لگتا رہا اسی لئے فرمان الہی ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روز ۹ پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔

اندہ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ کافی ہے۔ اللہ اپنے کام میں پورا اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ سمجھدار علماء کرام نے اس آیت سے بہت سے ایمانی مسائل اخذ کئے ہیں واللہ اعلم۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولٰٓئِہٖمُ الْاَيْدٰی وَالْاَبْصَارُ
اِنَّا اَخْلَصْنٰہُمْ مِّنَ الْاَلٰصِقَةِ ذِكْرٰی الدَّارِ ۝ وَاَنھُمْ عِنْدَنَا مِنَ الْمُصْطَفٰیْنَ
الْاٰخِیَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَذَا الْکِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ
الْاٰخِیَارِ ۝

ہمارے بندوں ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا بھی لوگوں سے ذکر کر دو جو باحقوں اور انھوں والے تھے ○ ہم نے انہیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا ○ یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے ○ اسماعیل یسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کیجئے یہ سب بہترین لوگ تھے ○

(آیت: ۳۵-۳۸) اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرما رہا ہے اور ان کے نام گنوا رہا ہے۔ ابراہیم اسحاق اور یعقوب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ اور فرماتا ہے کہ ان کے اعمال بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی ان میں تھا۔ ساتھ ہی عبادت الہی میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے انہیں بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔ دین میں سمجھدار تھے اطاعت الہی میں قوی تھے حق کے دیکھنے والے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال بندھا رہتا تھا۔ ہر عمل آخرت کے لئے ہی ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ وہ اعمال کرتے تھے جو جنت دلوائیں لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگان دین اللہ کے چیدہ مخلص اور خاص الخاص بندے ہیں۔ اسماعیل اور ذوالکفل و سلامہ علیہم اجمعین بھی پسندیدہ اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے بیانات سورۃ انبیاء میں گزر چکے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے۔ ان فضائل کے بیان میں ان کے لئے نصیحت ہے جو پند و نصیحت حاصل کرنے کے عادی ہیں اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآن عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے۔

هٰذَا ذِكْرُنَا لِلمُّتَّقِيْنَ لِحَسَنِ مَا بِ ۝ جَعَلْنَا عَدْنَ مُفْتَحَةً لِّہُمْ
الْاَبْوَابِ ۝ مُتَّكِيْنَ فِيْہَا يَدْعُوْنَ فِيْہَا بِفَاكِہَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ۝
وَعِنْدَہُمْ قَصْرٌ مِّنَ الظَّرْفِ اَثَرًا ۝ هٰذَا مَا تُوعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝
اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَہٗ مِنْ تَفَادٍ ۝ هٰذَا وَاٰتٍ لِّلطَّغِيْنَ لَشَرٍّ
مَا بِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلُوْنَہَا فَيَسَّ الْمِهَادُ ۝

یہ ہے نصیحت یقین مانو کہ پرہیزگاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے ○ یعنی نیکی والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں ○ جن میں با فراغت نیکے کئے پیٹھے ہوئے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فراہمیں کر رہے ہیں ○ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہر عمر کسں جو رہیں ہوں گی ○ یہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کا کیا جاتا تھا ○ بے شک یہ روزیاں خاص ہمارا عطیہ ہیں جن کا کبھی خاتمہ ہی نہیں ○ یہ تو ہونی چاہیاد رکھو کہ مرکشوں کے لئے بڑی بری

جگہ ہے ○ جو دروازے جس میں وہ جائیں گے آہ کیا ہی برا چھوٹا ہے ○

صالحین کے لئے اجر: ☆ ☆ (آیت: ۳۹-۵۳) نیکو کار تقویٰ والوں کے لئے دار آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کتنی پیاری جگہ ہے؟ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں۔ کھلوانے کی بھی رحمت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں ان میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ رہیں گے (ابن ابی حاتم)

اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اپنے چٹخوں پر نکلے لگائے بے فکر سے چار رازو با آرام بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور جس قوم کو جس میوے شراب کا جی چاہے حکم کے ساتھ خدام بالیقہ حاضر کر دیں گے۔ ان کے پاس ان کی بیویاں ہوں گی جو غنیمت پاک دامن پہنچی نگاہوں والی اور ان سے محبت و عشق رکھنے والی ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھی ہیں نہ اٹھیں نہ اٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر ہوں گی۔ ان کی عمروں کے لائق ہوں گی۔ ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے ہے قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے جبکہ قبروں سے اٹھ کر آگ سے نجات پا کر حساب سے فارغ ہو کر یہاں آ کر بہ آرام بسیں گے۔ یہ ہے ہمارا انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی نہ یہ منقطع ہوگا۔ جیسے فرمایا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور آیت میں غَيْرَ مُنْقَضٍ ہے۔ اور جگہ غَيْرَ مُمْسُكٍ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور گھٹانا آئے نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہو۔ جیسے ارشاد ہے اُكْلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا اِلَّا اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سائے دائمی ہیں۔ پرہیز گاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ اہل ثار کے احوال: ☆ ☆ (آیت: ۵۵-۵۶) اوپر نیکیوں کا حال بیان کیا تو یہاں بروں کا حال بیان فرما رہا ہے جو اللہ کی نہیں مانتے تھے نبی کی نافرمانی کرتے تھے ان کے لوٹنے کی جگہ بہت بری ہے۔ اور وہ جہنم ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے انہیں آتش دروزخ گھیر لے گی۔ یہ نہایت ہی برا چھوٹا ہے۔

هَذَا فَلْيَذُوقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ عَسَاقٍ ۝ وَّ اٰخِرُ مِنْ شَكْلِهٖ اَزْوَاجٌ ۝
هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْجَاۤىْ لَهُمْ اِنَّهُمْ صَالُوْا النَّارِ ۝
قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْجَاۤىْ بِكُمْ اَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوْهُ لَنَا فَبِئْسَ
الْقَرَارُ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا
فِي النَّارِ ۝ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رَجُلًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ
الْاٰسْرَارِ ۝ اَتَخَذَتْهُمْ سَخِرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمْ الْاَبْصَارُ ۝ اِنْ
ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُّمِ اَهْلِ النَّارِ ۝

یہ ہے پس اسے پھینکیں۔ گرم پانی اور چیپ ○ اور کچھ اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں ○ یا ایک قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانے والی ہے انہیں خوشی اور

کشادگی نہ ہو یہی تو جہنم میں جانے والے ہیں ○ وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ہو کہ تمہیں خوشی نہ ہو۔ تم ہی نے تو اسے پہلے ہی سے ہمارے سامنے لا رکھا تھا پس رہنے کی بڑی بری جگہ ہے ○ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جس نے کفر کی رسم ہمارے لیے پہلے سے نکالی ہو اس کے حق میں جہنم کی دوئی سزا کر دے ○ جنہی کہیں گے یہ کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے ○ کیا ہم نے ہی ان کا مذاق بنارکھا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے بہک رہی ہیں ○ یقین جانو کہ دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور ہی ہوگا ○

(آیت: ۵۷-۶۳) جہم اس پانی کو کہتے ہیں جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اور عساق کہتے ہیں اس ٹھنڈک کو جس کی سردی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ پس ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈک کا سرد عذاب۔ اور اسی طرح قسم قسم کے جوز جوڑ کے عذاب جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر ایک ڈول عساق کا دنیا میں بہایا جائے تو تمام اہل دنیا بددولر ہو جائیں۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں عساق نامی جہنم میں ایک نہر ہے جس میں سانپ پھو وغیرہ کا زہر جمع ہوتا ہے۔ پھر وہ گرم ہو کر اونٹنے لگتا ہے۔ اس میں جنہیوں کو غوطے دیئے جائیں گے جس سے ان کا سارا گوشت پوست جھڑ جائے گا اور پنڈلیوں میں لٹک جائے گا۔ جسے وہ اس طرح تھینے پھریں گے جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا اٹھیت رہا ہو (ابن ابی حاتم)

غرض سردی کا عذاب الگ ہوگا، گرمی کا الگ ہوگا، جہم پینے کو زہم کھانے کو۔ کبھی آگ کے پہاڑوں پر چڑھایا جاتا ہے تو کبھی آگ کے گڑھوں میں دھکیلا جاتا ہے اللہ ہمیں بچائے۔ اب جنہیوں کا جھگڑا ان کے تنازع اور ایک دوسرے کو برا کہنا بیان ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کُلَّمَا دَخَلَتْ اَخْرَجَ ہر گروہ دوسرے پر بجائے سلام کے لعنت بھیجے گا۔ ایک دوسرے کو جھٹلائے گا اور ایک دوسرے پر الزام رکھے گا۔ ایک جماعت جو پہلے جہنم میں جا چکی ہے وہ دوسری جماعت کو دارودنہ جہنم کے ساتھ آتی ہوئی دیکھ کر کہے گی کہ یہ گروہ جو تمہارے ساتھ ہے انہیں مرخانہ ہو اس لئے کہ یہ بھی جہنمی گروہ ہے۔ وہ آنے والے ان سے کہیں گے کہ تمہارے لئے مرحبا ہو۔ تم ہی تو تھے کہ ہمیں ان برے کاموں کی طرف بلاتے رہے جن کا انجام یہ ہوا۔ پس بری منزل ہے۔ پھر کہیں گے کہ اے باری تعالیٰ جس نے ہمارے لئے اس کی تقدیم کی تو اسے دوزخ کا عذاب کر۔ جیسے فرمان ہے قَالَتْ اُخْرَاهُمْ لَوْ لَہُمْ رَبَّنَا هُوَ لَاۤ اَصْلُوْا نَاۤ اِلٰی ہچھلے پہلوں کے لئے کہیں گے کہ پروردگار! انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا تو انہیں آگ کا دوزخ عذاب کر۔ اللہ فرمائے گا ہر ایک کے لئے دگنا یہ ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ یعنی ہر ایک کے لئے ایسا عذاب ہے جس کی انتہا اسی کے لئے ہے۔ چونکہ کفار وہاں مومنوں کو نہ پائیں گے جنہیں اپنے خیال میں بہکا ہوا جانتے تھے تو آپس میں ذکر کریں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمیں مسلمان جہنم میں نظر نہیں آتے؟ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ابو جہل کہے گا کہ بلال عمار صحیب وغیرہ کہاں ہیں؟ وہ تو نظری نہیں آتے غرض ہر کافر یہی کہے گا کہ وہ لوگ جنہیں دنیا میں ہم شریعت سمجھتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آتے۔ کیا ہماری ہی غلطی تھی کہ ہم انہیں دنیا میں مذاق میں اڑاتے تھے؟ لیکن انہیں ایسا تو نہ تھا۔ وہ ہوں گے تو جہنم میں ہی لیکن کہیں ادھر ادھر ہوں گے۔ ہماری نگاہ میں نہیں پڑتے۔ اسی وقت جہنمیوں کی طرف سے ندا آئے گی کہ اے دوزخیو! ادھر دیکھو۔ ہم نے تو اپنے رب کے وعدے کو حق پایا۔ تم اپنی کبھی۔ کیا اللہ کے وعدے سچ نکلے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچ نکلے۔ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی کا بیان آیات قرآنیہ وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ سَ وَلَا اَنْتُمْ تَخْزٰنُوْنَ تک ہے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی جو جہنم میں تمہیں دے رہا ہوں کہ جہنم اسی طرح لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے یہ بالکل سچی واقعی اور ٹھیک خبر ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿١﴾
 رَبُّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٢﴾ قُلْ
 هُوَ نَبَوَّا عَظِيمٌ ﴿٣﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٤﴾ مَا كَانَ لِي مِن
 عِلْمٍ بِالْمَلَأِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٥﴾ إِنْ يُؤْخَىٰ إِلَىٰ الْآخِرَةِ إِنَّمَا أَنَا
 نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾

کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائق عبادت نہیں ○ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے ○ تو کہہ دے کہ یہ بہت بڑی خبر ہے ○ جس سے تم بے پرواہ ہو رہے ہو ○ مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی بات چیت کا مطلق علم ہی نہیں - میری طرف فقط جی وحی کی جاتی ہے کہ میں تو صاف صاف آگاہ کر دیتے والا ہوں ○

نبی علیہ السلام کا خواب: ☆ ☆ (آیت: ۶۵-۷۰) اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ میری نسبت تمہارے خیالات محض غلط ہیں میں تو تمہیں ڈر کی خبر پہنچانے والا ہوں - اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا ○ کوئی قابل پرستش نہیں وہ اکیلا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے ہر چیز اس کے ماتحت ہے - وہ زمین و آسمان اور ہر چیز کا مالک ہے اور سب تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں - وہ عزتوں والا ہے اور باوجود اس عظمت و عزت کے بڑا بخشنے والا ہے - یہ بہت بڑی چیز ہے یعنی میرا رسول بن کر تمہاری طرف آتا پھر تم اسے غافلؤں سے اعراض کر رہے ہو - یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بڑی چیز ہے یعنی قرآن کریم - حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں میں جو کچھ اختلاف ہوا اگر رب کی وحی میرے پاس نہ آئی ہوتی تو مجھے اس کی بابت کیا علم ہوتا؟ اہلئیں کا آپ کو سجدہ کرنے سے منکر ہوتا اور رب کے سامنے اس کی مخالفت کرنا اور اپنی بڑائی جتنا وغیرہ ان سب باتوں کو میں کیا جانوں؟

مسند احمد میں ہے ایک دن صبح کی نماز میں حضورؐ نے بہت دیر لگا دی یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آ گیا - پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آئے 'تکبیر کہی گئی اور آپ نے ہلکی نماز پڑھائی - پھر ہم سے فرمایا 'زاد پڑھو' رہو - پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا 'رات کو میں تجھ کی نماز پڑھ رہا تھا جو مجھے اذگھ آنے لگی یہاں تک کہ میں جاگا - میں نے دیکھا کہ گویا میں اپنے رب کے پاس ہوں - میں نے اپنے پروردگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا - مجھ سے جناب باری نے دریافت فرمایا 'جانتے ہو عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال و جواب کر رہے ہیں؟ میں نے کہا 'میرے رب مجھے کیا خبر؟ تین مرتبہ کے سوال جواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دونوں مونہ صوف کے درمیان اللہ عزوجل نے اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ انگلیوں کی خشکائی مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ایک چیز روشن ہو گئی - پھر مجھ سے سوال کیا 'اب تاؤ لہ اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا 'گناہوں کے کفارے کی - فرمایا 'پھر تم بتاؤ کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز با جماعت کے لئے قدم اٹھا کر جانا - نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھ رہنا اور دل کے متجانے پڑے ہوئے کلمہ وضو کرنا - پھر مجھ سے میرے رب نے فرمایا 'ماگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا 'میں نیکیوں کا کرنا' برائیوں کا چھوڑنا' مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش، تیرا رحم اور تیرا ارادہ جب کسی قوم کی آزمائش کا فتنے کے ساتھ ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے موت' تیری محبت اور تجھ سے

محبت رکھنے والوں کی محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں مانگتا ہوں۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا یہ سراسر حق ہے۔ اسے پڑھو پڑھاؤ، سیکھو سکھاؤ۔ یہ حدیث خواب کی ہے اور مشہور بھی یہی ہے۔ بعض نے کہا ہے یہ جاگتے کا واقعہ ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ قرآن میں فرشتوں کی جس بات کا رد و بدل کرنا اس آیت میں مذکور ہے وہ یہ نہیں جو اس حدیث میں ہے بلکہ یہ سوال تو وہ ہے جس کا ذکر اس کے بعد ہی ہے۔ ملاحظہ ہوں اگلی آیتیں۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقُۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۱۰ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدٰٓیْنَ ۝۱۱ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اٰجَمَعُوْنَ ۝۱۲ اِلَّا اِبْلِیْسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۳ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ ۝۱۴ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۱۵ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۝۱۶ خَلَقْتَنِیْ مِنْ تَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝۱۷ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَٰحِیْمٌ ۝۱۸ وَاَنْ عَلٰیكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۱۹ قَالَ رَبِّ فَلَا تُظِرَّنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝۲۰ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝۲۱ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۲۲ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا اُعْوِیْهُمْ اٰجَمَعِیْنَ ۝۲۳

جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں ○ سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا ○ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا ○ مگر ابلیس نے نہ کیا اس نے ٹکیر کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے سچ سچ نے روکا کہ تو اسے سجدہ نہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا تو کچھ گھمڑ میں آ گیا ہے؟ یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے؟ ○ اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہت بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا ○ ارشاد ہوا کہ یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا ○ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت دھنکار ہے۔ کہنے لگا میرے رب مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے ○ معین تاریخ تک کے وقت تک۔ کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بکاردوں گا ○

تخلیق آدم اور ابلیس کی سرکشی: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۵) یہ قصہ سورہ بقرہ سورہ اعراف سورہ حجر سورہ سبحان سورہ کہف اور اس سورہ ص میں بیان ہوا ہے۔ حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدمؑ کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اسے پیدا کر چکوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تاکہ میری فرمانبرداری کے ساتھ ہی حضرت آدمؑ کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ یہ کل کے کل فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ہاں ابلیس اس سے رکا یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا یہی نہیں بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہو گئی۔ سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تو نے میرے کہنے کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ ٹکیر اور یہ سرکشی؟ تو کہنے لگا کہ میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں کہاں آگ اور کہاں مٹی؟ اس خطا کار نے اس کے سمجھنے میں بھی

غلطی کی اور اللہ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے عارت ہو گیا۔ حکم ہوا کہ میرے سامنے سے منہ ہٹا۔ میرے دربار میں تجھ جیسے فاسقوں کی رسائی نہیں تو میری رحمت سے دور ہو گیا۔ اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے اللہ سے دعا کی کہ قیامت تک مجھے مہلت دی جائے۔ اس علیم اللہ نے جو اپنی مخلوق کو ان کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجا پوری کر دی اور قیامت تک کی اسے مہلت دے دی۔ اب کہنے لگے میں تو اس کی تمام اولاد کو ہر کا دوں گا۔ صرف مخلص لوگ تو بچ جائیں گے۔

[illegible]

الْأَعْبَادُكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقْوَلُ ﴿٥٤﴾ لَا مَلَكَ
جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٥﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٥٦﴾ إِنَّهُ هُوَ الْوَكَارُءُ الْعَلِيمُ ﴿٥٧﴾
وَلِتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿٥٨﴾

بجز تیرے ان بندوں کو جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں ○ فرمایا چ تو یہ ہے اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں ○ کچھ ہے اور تیرے تمام ماننے والوں سے میں بھی جہنم کو کبھر
دوں گا ○ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدل طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والے ہوں ○ یہ تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر نصیحت و مہربان ہے ○
یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد صحیح طور پر جان لو گے ○

(آیت ۸۶-۸۸) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں میں آپ اعلان کر دیں کہ میں تبلیغ دین پر اور احکام قرآن پر تم سے کوئی اجرت و بدلہ نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصد وہی کہ نبوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں کہ اللہ نے نہ تارا اور ہواور میں جوڑ لوں۔ مجھے تو جو کچھ پہنچایا جاتا ہے وہی میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں۔ نہ کی کروں نہ زیادتی۔ اور میرا مقصد اس سے صرف رضا ہے رب اور مرضی مولیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگو جسے کسی مسئلہ کا علم ہو وہ اسے لوگوں سے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے کہ اللہ جانے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبیؐ سے بھی یہی فرمایا کہ میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نصیحت ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے لَا تَذَرُكُمْ بِهِ وَمَنْ يَبْلُغْ تَاكُم مِّنْ حَمِيمٍ اور جن جن لوگوں تک یہ پہنچے آگاہ اور ہوشیار کر دوں۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ اِنَّهُ يَكْفُرْ بِحُجَّتِمْ اِنَّهُمْ كَانُوا فِي سَكِينٍ اور ابھی معلوم ہو جائے گی یعنی مرتے ہی قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی میری زبان کی صداقت تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گی یعنی مرتے ہی قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ موت کے وقت یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں اپنی آنکھوں دیکھ لو گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ ص کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان پر اس کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃ الزمر

(تفسیر سورۃ زمر) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ ظلی روزے اس طرح پے در پے رکھے چلے جاتے کہ ہم خیال کرتیں کہ آپ اب چھوڑیں گے ہی نہیں اور ایسا بھی ہوتا کہ نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کچھ لیتیں کہ اب رکھیں گے ہی نہیں اور ہر رات آپ سورۃ بقرہ اور سورۃ زمر کی تلاوت کر لیا کرتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَنْزِیْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّیْنَ ۝ اِلَّا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۝ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِیَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقْرِبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفّٰرٌ ۚ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ سُبْحٰنَہٗ ۚ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

مہر و کرم کرنے والے معبود کے نام سے شروع

اس کتاب کا اسماء اللہ غالب یا حکمت کی طرف سے ہے ○ یقیناً ہم نے اس کتاب کو تیری طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ پس تو اللہ ہی کی عبادت کرا ہی کے لئے عبادت کو خالص کر کے ○ خبردار! اللہ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنائے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں۔ یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا سچا فیصلہ اللہ تعالیٰ آپ کر دے گا۔ جھوٹے اور ناشکروں کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا ○ اگر اللہ کا ارادہ اولاد کا ہی ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا جن لیت لیکن وہ تو پاک ہے وہ وہی اللہ ہے لہذا

اور دباؤ اور قوت والا ○

باطل عقائد کی تردید: ☆ ☆ (آیت ۱-۴) اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ یہ قرآن عظیم اسی کا کلام ہے اور اسی کا اسماء ہوا ہے۔ اس کے حق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے وَأَنَّهُ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اے رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ جسے روح الامیں لے کر اترائے۔ تیرے دل پر اترائے تاکہ تو آگاہ کرنے والا بن جائے۔ صاف فصیح عربی زبان میں ہے۔ اور آیتوں میں ہے یہ باعزت کتاب وہ ہے جسے آگے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا یہ حکمتوں والے تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اتری ہے۔ یہاں فرمایا کہ یہ کتاب بہت بڑے عزت والے اور حکمت والے اللہ کی طرف سے اتری ہے جو اپنے اقوال افعال شریعت تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے۔ ہم نے تیری طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ تجھے چاہیے کہ خود اللہ کی عبادتوں میں اور اس کی توحید میں مشغول رہ کر ساری دنیا سوا ہی طرف بلا کیونکہ اس اللہ کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں وہ لاشریک ہے وہ بے مثال ہے اس کا شریک کوئی نہیں۔ دین خالص یعنی شہادہ توحید کے اوق وہی ہے۔

خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُوِّرُ اللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ
النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ هُوَ
الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَةَ أَزْوَاجٍ يَخْلُقَكُمْ فِي بُطُونِ
أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ ذَلِكُمْ اللَّهُ
رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَىٰ تَصَرَّقُونَ ۝

نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج چاند کو کام پر لگا رکھا ہے ہر ایک مقررہ مدت پر چل رہا ہے یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے ○ اس نے تم سب کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بنا کر اتارتا ہے۔ تین اندھیروں میں یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کے لئے بادشاہت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کیوں بیک رہے ہو؟ ○

تخلیق کا کائنات اور عقیدہ توحید: ☆☆ (آیت: ۵-۶) ہر چیز کا خالق سب کا مالک سب پر حکمران اور سب کا قابض اللہ ہی ہے۔ دن رات کا الٹ پھر اسی کے ہاتھ ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر مسلسل چلے آ رہے ہیں۔ نہ وہ آگے بڑھ سکے نہ وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے۔ وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں قیامت تک اس انتظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت و عظمت والا کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشہ باز عاصیوں پر مہربان وہی ہے۔ تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہے پھر دیکھو کہ تمہارے آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ صورت آواز بول چال زبان و بیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم سے ہی ان کی بیوی صلب حضرت حوا کو پیدا کیا۔

جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اس نے تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کئے جن کا بیان سورۃ مائدہ کی آیت مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ الخ میں ہے۔ یعنی بھیڑ بکری اونٹ گائے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے جہاں تمہاری مختلف پیدائشیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے نطفہ پھر خون بستہ پھر لوتھڑا پھر گوشت پوست نڈی رگ پٹھے پھر روح غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے تین تین اندھیرے مرحلوں میں تمہاری یہ طرح کی تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ رحم کی اندھیری اس کے اوپر کی جھلی کی اندھیری اور پیٹ کا اندھیرا۔ یہ جس نے آسمان و زمین کو اور خود تم کو اور تمہارے انگوٹوں پچھلوں کو پیدا کیا ہے۔ وہی رب ہے اسی کا مالک ہے۔ وہی سب میں متصرف ہے وہی افاق عبادت ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس نہ جانے تمہاری عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ
تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ
مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَلَهُ نِعْمَةٌ مِنْهُ
نَسَىٰ مَا كَانَ يَدْعُوًا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ
سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ

اگر تم ناشکری کرو تو یاد رکھو کہ اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کی وجہ سے تم سے خوش ہوگا۔ کوئی کسی کا جو بھینس اٹھاتا یا چھرا تمہارے کالونا تمہارے رب سے ہی کی طرف ہے۔ چھینس وہ بتا دے گا جو تم رتے رہے یقیناً وہ دو لوں میں سے ایک کی باتوں کا واقف ہے ○ انسان کو جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوب رجوع ہو کر اپنے رب کو پکارتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعت عطا فرماتا ہے تو وہ اس سے پہلے جو دعا کرتا تھا اسے بالکل بھول جاتا ہے اور اللہ کے شریک مقرر کر کے لگتا ہے جس سے اوروں کو بھی اس کی راہ سے بہکادے تو کبھدے۔ یہ اپنے لشکر کا فائدہ کچھ دین

اور اٹھا لو۔ آخر تو دوزخی ہو ○

(آیت: ۷-۸) فرماتا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی محتاج ہے اور اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان قرآن میں منقول ہے کہ اگر تم اور روئے زمین کے سب جاندار اللہ سے کفر کرو تو اللہ کا کوئی نقصان نہیں وہ ساری مخلوق سے بے پرواہ اور پوری تعریفوں والا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اسے میرے بندو! تمہارے سب اول و آخر انسان و جن مل ملا کر بدترین شخص کا سادل بنا لو تو میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ ہاں اللہ تمہاری ناشکری سے خوش نہیں نہ وہ اس کا تمہیں حکم دیتا ہے اور اگر تم اس کی شکرگزاری کرو گے تو وہ اس پر تم سے رضامند ہو جائے گا اور تمہیں اپنی اور نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو۔ ایک کے بدلے دوسرا پکڑا نہ جائے گا اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ انسان کو دیکھو کہ اپنی حاجت کے وقت تو بہت ہی عاجزی انکساری سے اللہ کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا رہتا ہے۔ اور آیت میں ہے وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ رَأَوْا يَأْتِيهِمْ سَفِينٌ مِّنْ عِندِ رَبِّهِمْ يُخْرِجُهُم مِّنْهَا وَكَانُوا بِنُصْرَتِهِ يَقِينًا اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو اللہ کے سوا پکارتے تھے سب کو بھول جاتے ہیں اور خالص اللہ کو پکارتے لگتے ہیں لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں انسان سے ہی ناشکرا۔

پس فرماتا ہے کہ جہاں دکھ درد مل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے گویا مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس دعا اور یہ ویزا داری کو بالکل فراموش کر جاتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے **وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَا نَحْنُ** یعنی تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اُغٹھے بیٹھے لیٹے ہر وقت بڑی حضور قلبی سے پکارتا رہتا ہے لیکن اس تکلیف کے بٹے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت اللہ کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے کفر سے گویا کچھ یونہی سا فائدہ اٹھالیں۔ اس میں ڈانٹ ہے اور سخت دھمکی ہے جیسے فرمایا **قُلْ تَمَتُّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ** کہہ دو کہ فائدہ حاصل کرلو۔ آخری جلد تو تمہاری جہنم ہی ہے۔ اور فرمان ہے **نُتَبِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ غَلِيظٍ** ہم انہیں کچھ فائدہ دیں گے۔ پھر

تخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِثٌ إِنَّا إِلِيلٌ سَاجِدًا وَقَالِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا
رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

بھلا جو شخص راتوں کے وقت سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت گزار رہتا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو بھلا تو علم والے اور بے علم

کیا برابر کے ہیں؟ (صحیح و ہی حاصل کرتے ہیں جو عقل مند ہوں) ○

مشرک اور موحّد برابر نہیں: ☆ ☆ (آیت ۹) مطلب یہ ہے کہ جس کی حالت یہ ہو وہ مشرک کے برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے لَبَسُوا سُبُوءَ الْخ یعنی سب کے سب برابر کے نہیں۔ اہل کتاب میں وہ جماعت بھی ہے جو راتوں کے وقت قیام کی حالت میں آیات الہیہ کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدوں میں پڑے رہتے ہیں۔ قنوت سے مراد یہاں پر نماز کا خشوع و خضوع ہے۔ صرف قیام مراد نہیں۔ ابن مسعود سے قانت کے معنی مطیع اور فرمانبردار کے ہیں۔ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ اِنَاءُ الْإِيل سے مراد آدھی رات سے ہے۔ مضمون فرماتے ہیں مراد مغرب عشاء کے درمیان کا وقت ہے۔ قناتہ وغیرہ فرماتے ہیں۔ اول درمیانہ اور آخری شب مراد ہے۔ یہ عابد لوگ ایک طرف لرزاں و ترساں ہیں دوسری جانب امیدوار اور طبع کنّاں ہیں۔ نیک لوگوں پر زندگی میں تو خوف الہی امید پر غالب رہتا ہے۔ موت کے وقت خوف پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس اس کے انتقال کے وقت جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟ اس نے کہا خوف و امید کی حالت میں۔ آپؐ نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایسے وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں اس کی امید اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے اور اس کے خوف سے اسے نجات عطا فرماتا ہے۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ۔

ابن عمرؓ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ وصف صرف حضرت عثمانؓ میں تھا۔ فی الواقع آپ رات کے وقت بکثرت تہجد پڑھتے رہتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی لمبی قراءت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کر دیتے تھے۔ جیسے کہ ابو عبیدہؓ سے مروی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ صبح کے وقت ان کے منہ نورانی چمک لئے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے تسبیح و تلاوت قرآن میں رات گزار دی ہے۔ سنائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ جس نے ایک رات سو آیتیں پڑھ لیں اس کے نامہ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے (مسند وغیرہ) پس ایسے لوگ اور مشرک جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں کسی طرح ایک مرتبے کے نہیں ہو سکتے عالم اور بے علم کا درجہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہر عقل مند پر ان کا فرق ظاہر ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي
هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۚ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۚ إِنَّمَا يُوَفَّى
الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۚ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ
مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝

میرا پیغام پہنچاؤ کہ اے میرے ایمان والے! بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے اللہ کی زمین بہت کثادہ ہے صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے ○ تو کہہ دے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کروں ○ اور مجھے فرمان دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا حکم بردار بن جاؤں ○

ہر حال میں اللہ کی اطاعت لازمی ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۰-۱۲) اللہ تعالیٰ اپنے ایمان دار بندوں کو اپنے رب کی اطاعت پر رہنے کا اور ہر امر میں اس کی پاک ذات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی اس کو اس دنیا میں اور آنے والی آخرت میں نیکی ہی نیکی ملے گی۔ تم اگر ایک جگہ اللہ کی عبادت استقلال سے نہ کر سکو تو دوسری جگہ چلے جاؤ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ معصیت سے بھاگتے رہو شرک کو منظور نہ کرو۔ صابر وں کو ناپ تول اور حساب کے بغیر اجر ملتا ہے۔ جنت انہی کی چیز ہے۔ مجھے اللہ کی خالص عبادت کرنے کا حکم ہوا ہے اور مجھ سے یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اپنی تمام امت سے پہلے میں خود مسلمان ہو جاؤں اپنے آپ کو رب کے احکام کا عامل اور پابند کر لوں۔

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللَّهُ
عَبْدٌ مَخْلُصٌ لَهُ دِينِي ﴿۱۴﴾

کہہ دے کہ مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے ○ کہہ دے کہ میں تو خاص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں ○

(آیت: ۱۳-۱۴) حکم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن عذاب الہی سے بے خوف نہیں ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو قیامت کے دن کے عذاب سے میں بھی بچ نہیں سکتا تو دوسرے لوگوں کو تو رب کی نافرمانی سے بہت زیادہ اجتناب کرنا چاہیے۔ تم اپنے دین کا بھی اعلان کر دو کہ میں پختہ اور یکسوئی والا موجد ہوں۔ تم جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔ اس میں بھی ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ کہ اجازت۔ پورے نقصان میں وہ ہیں جنہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے والوں کو نقصان میں پھنسا دیا۔ قیامت کے دن ان میں جدائی ہو جائے گی۔ اگر ان کے اہل جنت میں گئے تو یہ دوزخ میں جل رہے ہیں اور ان سے الگ ہیں اور اگر سب جہنم میں گئے تو وہاں برائی کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہیں اور محزون و مغموم ہیں۔ یہی واضح نقصان ہے۔ پھر ان کا حال جو جہنم میں ہوگا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اوپر تلے آگ ہی آگ ہوگی۔ جیسے فرمایا لَّهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٌ وَكَذَلِكَ نُجْزِي الظَّالِمِينَ یعنی ان کا اوڑھنا بچھونا سب آتش جہنم سے ہوگا۔ ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔ اور آیت میں ہے یَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ قیامت والے دن انہیں نیچے اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا اور اوپر سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ یہ اس لئے ظاہر و باہر کر دیا گیا اور کھول کھول کر اس وجہ سے بیان کیا گیا کہ اس حقیقی عذاب سے جو یقیناً آنے والا ہے میرے بندے خبردار ہو جائیں اور گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ دیں۔ میرے بندو میری پکڑ دڑ سے میرے عذاب و غضب سے میرے انتقام اور بدلے سے ڈرتے رہو۔

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا
أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾ لَّهُمْ

مَنْ فَوْقَهُمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ذَلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ يُعْبَادُ فَاَتَقُونَ ۝ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ اَنْ يَّعْبُدُوهَا وَاَنَابُوا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى قَبَشْرٌ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهُ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝

تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو کہہ دے کہ حق تعالیٰ زباں کا روہ ہیں جو اپنے تئیں اور اپنے والوں کے تئیں قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے۔ یاد رکھو کہ حکم کھانا نقصان میں ہے ○ انہیں نیچے اوپر سے آگ کے شعلے مثل سائیاں کے ڈھانک رہے ہوں گے یہی عذاب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈارنا ہے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو ○ جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے پرہیز کیا اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے وہ خوش خبری کے مستحق ہیں پس میرے بندوں کو خوشخبری سنا دے ○ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بہترین بات ہوا اس پر عمل کرتے ہیں یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل مند بھی ہیں ○

(آیت: ۱۷-۱۸) مروی ہے کہ یہ آیت زید بن عمر بن نفیل ابو ذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جس طرح ان بزرگوں پر مشتمل ہے اسی طرح ہر اس شخص کو شامل کرتی ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی بتوں سے بیزار اور اللہ کی فرمانبرداری۔ یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہان میں خوشیاں ہیں۔ بات سمجھ کر من کر جب وہ اچھی ہو تو اس پر عمل کرنے والے مستحق مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے عطا فرمانے کے وقت فرمایا تھا 'اے مضبوطی سے تھماؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ اس کی اچھائی کو مضبوطی سے لیں۔ عقلمند اور نیک راہ لوگوں میں بھلی باتوں کے قبول کرنے کا صحیح مادہ ضرور ہوتا ہے۔'

اَقْمِنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ اٰثَقُوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ عَرْفٌ مِّنْ فَوْقِهَا عَرْفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَعَدَ اللّٰهُ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيعَادَ ۝

بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو تو کیا تو اسے جو دوزخ میں ہے چھڑا سکتا ہے؟ ○ ہاں وہ لوگ جو اپنے رب کا لانا کرتے رہے ان کیلئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں اور ان کے نیچے جیسے بہرہ ہے ہیں اب کا وعدہ ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○

نیک اعمال کے حامل لوگوں کے لئے محلات: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۰) فرماتا ہے کہ جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے تو اسے کوئی بھی راہ راست نہیں دکھا سکتا۔ کون ہے جو اللہ کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست دکھا سکے؟ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو ان کی راہبری کر کے انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔ ہاں نیک بخت نیک اعمال نیک عقیدہ لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے 'ان بالا خانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں تمام سامان آرائش سے آراستہ ہیں وسیع اور بلند خوبصورت اور جگمگ کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں جنت میں

ایسے محل ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ ایک اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہؐ یہ کن کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم کلامی کریں کھانا کھلائیں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں یہ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر گزرائیں۔ نمازیں پڑھیں (ترمذی وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسولؐ ہے کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں کلام کو نرم رکھیں۔ پورے نقلی روزے بکثرت رکھیں اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں۔ مسند کی اور حدیث میں ہے جنتی جنت کے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ اور روایت میں ہے مشرقی مغربی کناروں کے ستارے جس طرح تمہیں دکھائی دیتے ہیں اسی طرح جنت کے وہ محلات تمہیں نظر آئیں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ ان محلات کی یہ تعریفیں سن کر لوگوں نے کہا حضورؐ تو نبیوں کے لئے ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اور ان کے لئے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا (ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہؐ جب تک ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور آپؐ کے چہرے کو دیکھتے رہتے ہیں اس وقت تک تو ہمارے دل نرم رہتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب آپؐ کی مجلس سے اٹھ کر دنیوی کاروبار میں پھنس جاتے ہیں بال بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو اس وقت ہماری وہ حالت نہیں رہتی۔ تو آپؐ نے فرمایا اگر تم ہر وقت اسی حالت میں رہتے جو حالت تمہاری میرے سامنے ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھروں میں آ کر تم سے ملاقاتیں کرتے۔ سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ ایسے لوگوں کو لانا چاہتا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔ ہم نے کہا حضورؐ جنت کی بناء کس چیز کی ہے؟ فرمایا ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی۔ اس کا چونا خالص مشک ہے اس کی کنکر پیاں لولو اور باقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے۔ اس میں جو داخل ہو گیا ہو مالا مال ہو گیا۔ جس کے بعد بے مال ہونے کا خطرہ ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں ہی رہے گا وہاں سے نکالے جانے کا امکان ہی نہیں۔ نہ موت کا کھکا ہے ان کے کپڑے گلے سڑے نہیں۔ ان کی جوانی دوامی ہے۔ ستوتین شخصوں کی دعامر دو نہیں ہوتی۔ عادل بادشاہ روزے دار اور مظلوم۔ ان کی دعا ابر پر اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ رب العزت فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرورت مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو۔ (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) ان محلات کے درمیان چشمے بہہ رہے ہیں اور وہ ایسے کہ جہاں چاہیں پانی پہنچائیں۔ جب اور جتنا چاہیں بہاؤ رہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے مومن بندوں سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔

الْمَرْتَرِ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعٌ فِي الْأَرْضِ
ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيَجُ فَنُفْرُهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۖ أَفَمَنْ شَرَحَ
اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلنَّفْسِيفَةِ قُلُوبُهُمْ
مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے۔ پھر اسی کے ذریعے سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے۔ پھر وہ خشک

ہو جاتی ہیں اور تو انہیں زرد رنگ دیکھتا ہے۔ پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے اس میں عقل مندوں کے لئے بڑی بھاری عبرت ہے ○ کیا وہ شخص جس کا سیدہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے، دلیل اور ہلاکی کے ان پر جن کے دل یاد اُمی سے انہیں لیتے بلکہ سخت ہو گئے ہیں یہ لوگ مرتع گمراہی میں مبتلا ہیں ○

زندگی کی بہترین مثال: ☆☆ (آیت: ۲۱-۲۲) زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں۔ یہ پانی زمین کی لپٹی ہے اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے۔ پھر حسب حاجت کسی چشمہ سے اللہ تعالیٰ اسے نکالتا ہے اور چشمہ جاری ہو جاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے نیل سے کھاری ہو جاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے۔ اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے۔ جسے پہاڑ چوس لیتے ہیں اور پھر ان میں سے جھرنے بہ نکلتے ہیں۔ ان چشموں اور آباروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے۔ جس سے کھیتیں لہلہا لگتی ہیں جو مختلف قسم کے رنگ و بو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل و صورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھا پے سے اور ہنری زرد سے بدل جاتی ہے۔ پھر خشک ہو جاتی ہے اور کاٹ لی جاتی ہے۔ کیا اس میں عقل مندوں کے لئے بصیرت و نصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے۔ آج ایک جوان اور خوبصورت نظر آتی ہے، کل بڑھیا اور بد صورت ہو جاتی ہے۔ آج ایک شخص نو جوان طاقت مند ہے، کل وہی بوڑھا کھوٹ اور کمزور نظر آتا ہے۔ پھر آخر موت کے پنے میں پہنچتا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر کیسے۔ بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی کے ساتھ دے گئی ہے جیسے وَاضْرَبْ لَهُمْ مَثَلِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اَنْحَالٌ مِّمَّا يَخْرُجُ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ يَبْسُطُ السَّيْلَ فَيُؤْتِي بِهٖ جَرِيۡدًا كَذٰلِكَ يُخْرِجُ الْوَابِغُ الْمَرْكَبَ فَيُغْرِقُ بِهٖ مَا يَكْسِبُ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ جیسے فرمایا اَوْ مِّنْ كَّانَ مِثْنًا لِّاَنْحَالِہٖ ثُمَّ يَغْرِقُہٗ وَہٗ جَرِيۡدًا كَذٰلِكَ يُخْرِجُ الْوَابِغُ الْمَرْكَبَ فَيُغْرِقُ بِهٖ مَا يَكْسِبُ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اور یہ اور وہ جو اندھیروں میں گمراہ ہوا ہے جن سے چھٹکارا مال ہے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس یہاں بھی بطور نصیحت بیان فرمایا کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے نرم نہیں ہوتے، انہیں اللہ کی حکام الہی کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے، رب کے سامنے عاجزی نہیں کرتے بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں، ان کے لئے دلیل ہے خرابی اور افسوس و حسرت ہے۔ یہ بالکل گمراہ ہیں۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشٰبِهًا مَّثٰنِیًۭۃً تَقْشَعْرُ مِنْہٗ جُلُوْدُ
الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ ثُمَّ تَلٰیۡنَ جُلُوْدُہُمْ وَقُلُوْبُہُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ
ہُدٰی اللّٰہُ یَهْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّضِلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ہَادٍۭ

اللہ تعالیٰ نے بہترین حکام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار پڑھائی ہوئی آیتوں کی ہے جس سے ان لوگوں کے جسم کا کپ کاٹنے میں جو اپنے رب کا خوف کھاتے ہیں۔ آخر میں اس کے جسم اور دل اللہ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں یہ ہے اللہ کی ہدایت جسے چاہے یہ بھجا دیتا ہے اور جسے اللہ

یہ راہ بھلا دے۔ اس کا ہادی کوئی نہیں ○

قرآن حکیم کی تائید: ☆☆ (آیت: ۲۳) اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں فرماتا ہے کہ اس بہترین کتاب کو اس نے نازل فرمایا ہے جو سب کی سب متشابہ ہیں اور جس کی آیتیں مکرر ہیں تاکہ قوم سے قریب تر ہو جائے۔ ایک آیت دوسری کے مشابہ اور ایک حرف دوسرے سے ملتا جلتا۔ اس سورت کی آیتیں اس سورت سے اور اس کی اس سے ملی جلی۔ ایک ایک ذکر کی کئی جگہ اور پھر بے اختلاف

بعض آیتیں ایک ہی بیان میں بعض میں جو مذکور ہے اس کی ضد کا ذکر بھی انہی کے ساتھ ہے مثلاً مومنوں کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا ذکر جنت کے ساتھ ہی دوزخ کا بیان وغیرہ۔ دیکھئے ابراہ کے ذکر کے ساتھ ہی نافر کا بیان ہے۔ عجمی کے ساتھ ہی علمین کا بیان ہے۔ متقین کے ساتھ ہی طاعین کا بیان ہے۔ ذکر جنت کے ساتھ تذکرہ جہنم ہے۔ یعنی معنی میں مثالی کے۔ اور مقابلہ ان آیتوں کو کہتے ہیں وہ تہ ہیں۔ اور وَأَخْرَجْنَا مِنْهُ شُجَبَاتٍ میں اور ہی معنی ہیں۔ اس کی پاک اور با اثر آیتوں کا مومنوں کے دل پر نور پڑتا ہے وہ انہیں سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ سزاؤں اور دھمکیوں کو سن کر ان کا کلیجہ پکیپانے لگتا ہے رو ٹٹکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور انتہائی عاجزی اور بہت ہی بڑی ترہی و زاری سے ان کے دل اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اس کی رحمت و لطف پر نظریں ڈال کر امیدیں بندھ جاتی ہیں۔ ان کا حال سیاہ دلوں سے بالکل جدا گانہ ہے۔ یہ رب کے کلام کو نیکیوں سے سنتے ہیں۔ وہ گانے بجانے پر سر دھتے ہیں۔ یہ آیات قرآنی سے ایمان میں بڑھتے ہیں۔ وہ انہیں سن کر اور کفر کے زینے پر چڑھتے ہیں۔ یہ روتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں۔ وہ مذاق اڑاتے ہوئے انکرتے ہیں۔ فرمان قرآن ہے إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ الخ یعنی یاد الہی مومنوں کے دلوں کو دبا دیتی ہے وہ ایمان و توکل میں بڑھ جاتے ہیں نماز و زکوٰۃ و خیرات کا خیال رکھتے ہیں سچے با ایمان یہی ہیں اور بڑے مغفرت اور بہترین روزیاں یہی پائی گئے۔ اور آیت میں ہے وَالَّذِينَ إِذَا دُكِرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا یعنی بھلے لوگ آیات قرآنیہ کو کہروں اندھوں کی طرح نہیں سنتے پڑھتے کہ ان کی طرف نہ تو صحیح توجہ ہو نہ ارادہ عمل ہو بلکہ یہ کان لگا کر سنتے ہیں دل لگا کر سمجھتے ہیں غور و فکر سے معافی اور مطلب تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اب توفیق ہاتھ آتی ہے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور تعمیل کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ خود اپنی سمجھ سے کام کرنے والے ہوتے ہیں دوسروں کی دیکھا دیکھی جہالت کے پیچھے پڑے نہیں رہتے۔ تیسرا وصف ان میں برخلاف دوسروں کے یہ ہے کہ قرآن کے سننے کے وقت باادب رہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی تلاوت سن کر صحابہ کرام کے جسم و روح ذکر اللہ کی طرف جھک جاتے تھے۔ ان میں خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا تھا لیکن یہ نہ تھا کہ چیخنے چلانے اور باہر کر کے لگیں اور اپنی صوفیت جتانیں بلکہ ثبات سکون ادب اور خشیت کے ساتھ کلام اللہ سنتے دل جمعی اور سکون حاصل کرتے۔ اسی وجہ سے مستحق تعریف اور سزاوار تو صیف ہوئے رضی اللہ عنہم۔

عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی صفت یہی ہے کہ قرآن سن کر ان کے دل موم ہو جائیں اور ذکر اللہ کی طرف وہ جھک جائیں ان کے دل ڈر جائیں ان کی آنکھیں آنسو بہائیں اور طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے۔ یہ نہیں کہ عقل جاتی رہے۔ حالت طاری ہو جائے۔ نیک و بد کا ہوش نہ رہے۔ یہ بدعتیوں کے افعال ہیں کہ باہو کرنے لگتے ہیں اور کودتے اچھلتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں۔ یہ شیطانی حرکت ہے۔ ذکر اللہ سے مراد وعدہ اللہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں صفتیں ان لوگوں کی جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے خلاف جنہیں پاؤ سمجھ لو کہ اللہ نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور یقین رکھو کہ رب جنہیں ہدایت نہ دیتا چاہے انہیں کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا۔

أَفَمَنْ يَتَّبِعْ بِوَجْهِهِ سَوَاءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاتَّهَمُوا الْعَذَابَ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَآذَاهُمْ اللَّهُ الْخَزَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ

لِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

○ ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھ لیں

(آیت: ۲۳-۲۶) ایک وہ جسے اس بنگامہ خیز دن میں امن وامان حاصل ہو اور ایک وہ جسے اپنے منہ پر عذاب کے تھپڑ کھانے پڑتے ہوں برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا اَفَمَنْ يَّمْسُكُ بِعَلَىٰ وَجْهِهِ وَاُوْنَدُهٗ مِنْ مَّنْهُ كَمَا كَانَ لَكُم مِّنْ قَبْلِهِ لَا تُرَوُّوْنَ۔ ان کا شمار کو تو قیامت کے دن اوندہ سے منگھینا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزہ چکھو۔ ایک اور آیت میں ہے اَفَمَنْ يُلْقِىَ النَّارَ حَبِيْرًا مِّمَّنْ يَّاتِيْنَا اِمِنَّا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَنْمٍ مِّنْ دَاخِلٍ كَيْفَ يُقَالُ لَكَ مَا نَدْبَعُ لَكَ فَيَقُوْلُ سُبْحٰنَكَ اَسْمٰى سَوْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ الَّذِىْ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ یہاں اس آیت کا مطلب یہی ہے لیکن ایک قسم کا ذکر کر کے دوسری قسم کے بیان کو چھوڑ دیا کیونکہ اسی سے وہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ بات شعراء کے کلام میں برابر پائی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے بھی اللہ کی باتوں کو ماننا تھا اور رسولوں کو جھوٹا کہا تھا۔ پھر دیکھو کہ ان پر کس طرح ان کی بے خبری میں مار پڑی؟ عذاب الہی نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل و خوار کیا اور آخرت کے سخت عذاب بھی ان کے لئے باقی ہیں۔ پس تمہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ ارشاد فرما رکھا ہے کہ اِنَّ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّيْ فَتَرْثُهَا وَنَحْوَهَا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کافروں کی حالت اور تذکرے سے انتباہ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ ضَرَبَ
اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ
مَثَلًا الْخَدُّ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ
مَيِّتُونَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٥٤﴾

یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں۔ کیا عجب کہ وہ صحت حاصل کر لیں ○ قرآن عربی ہے عجب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پرہیز گاری اختیار کریں ○ سنو اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے۔ ایک وہ شخص جس میں بہت سے مختلف سامجی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک کا ہی غلام ہے کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں؟ اللہ کی لئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں ○ یقیناً خود انہی تجھے بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں ○ پھر ہر قسم کے سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے بھگڑو گے ○

فیصلے روز قیامت کو ہوں گے: ﴿آیت: ۲۷-۳۱﴾ چونکہ مثالوں سے باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آ جاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ سوچ سمجھ لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ اللہ نے تمہارے لئے وہ مثالیں بیان فرمائی ہیں جنہیں تم خود اپنے آپ میں بہت اچھی طرح جانتے بوجھتے ہو۔ ایک اور آیت میں ہے وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَظَرٍ لِّهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہیں۔ علماء ہی انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کوئی کمی نہیں واضح دلیلں اور روشن حجتیں ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسے پڑھ کر مس کر لوگ اپنا بھلا کریں۔ اس کے عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھ کر کہہ رہا ہیں چھوڑیں اور اس کے ثواب کی آیتوں کی طرف نظر میں رکھ کر نیک اعمال میں

محنت کریں۔ اس کے بعد جناب باری عزائمہ مودہ اور مشرک کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک تو وہ غلام جس کے مالک بہت سارے ہوں اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں اور دوسرا وہ غلام جو خالص صرف ایک ہی شخص کی ملکیت کا ہو اس کے سوا اس پر دوسرے کسی کا کوئی اختیار نہ ہو۔ کیا یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مودہ جو صرف ایک اللہ و حذو لا شریک نہ کی ہی عبادت کرتا ہے اور مشرک جس نے اپنے معبود بہت سے بنا رکھے ہیں ان دونوں میں بھی کوئی نسبت نہیں۔ کہاں یہ مخلص مودہ؟ کہاں یہ در بدر بھٹکنے والا مشرک؟ اس ظاہر پر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد و ثناء کرنی چاہیے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس طرح سمجھا دیا کہ معاملہ بالکل صاف ہو جائے۔ شرک کی بدی اور توحید کی خوبی پر ایک کے ذہن میں آ جائے۔ اب رب کے ساتھ وہی شرک کریں گے جو مخلص بے علم ہوں۔ جن میں سمجھ بوجھ بالکل نہ ہو۔ اس کے بعد کی آیت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے انتقال کے بعد پڑھ کر پھر دوسری آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ کی آخر آیت تک تلاوت کر کے لوگوں کو بتایا تھا۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ سب اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ اور آخرت میں اپنے رب کے پاس جمع ہونے والے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور مودہوں میں صاف فیصلہ کر دے گا اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ اس سے اچھے فیصلے والا اور اس سے زیادہ علم والا کون ہے؟ ایمان اخلاص اور توحید و سنت والے نجات پائیں گے۔ شرک و کفر انکار و تکذیب والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا روز قیامت وہ اللہ عادل کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوگا۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کے دن پھر سے جھگڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یقیناً۔ تو حضرت عبداللہ نے کہا پھر تو سخت مشکل ہے (ابن ابی حاتم)

مسند احمد کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت ثُمَّ تَسْتَفْتِلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیمِ یعنی پھر اس دن تم سے اللہ کی نعمتوں کا سوال کیا جائے گا کے نازل ہونے پر آپ ہی نے سوال کیا کہ وہ کون سی نعمتیں ہیں جن کی بابت ہم سے حساب لیا جائے گا؟ ہم تو مجبور ہیں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا اب نہیں ہیں تو کیا عتقر بہت ہی نعمتیں ہو جائیں گی۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن بتاتے ہیں۔ مسند کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت اِنَّكَ مِثْلُ الخ کے نازل ہونے پر پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دوبارے جائیں گے؟ ساتھ ہی گناہوں کی بھی پریش ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دوبارے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا دلویا جائے گا تو آپ نے کہا پھر تو سخت مشکل کام ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس میں جھگڑے پیش ہوں گے۔ اور حدیث میں ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسری کو سیٹنگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلویا جائے گا (مسند احمد)

مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہوئے کیوں لڑ رہی ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضور مجھے کیا خبر؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن ان میں بھی انصاف کرے گا۔ بزار میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ظالم اور

خائن بادشاہ سے اس کی رعیت قیامت کے دن جھگڑا کرے گی اور اس پر وہ غالب آ جائے گی اور اللہ کا فرمان ضرور ہوگا کہ جاؤ اسے جہنم کا ایک رکن بنا دو۔ اس حدیث کے ایک راوی اغلب بن قسیم کا حافضہ جیسا چاہیے ایسا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر سچا جھوٹے سے ہر مظلوم ظالم سے ہر ہدایت کو الٹا گمراہی والے سے ہر کز و زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔ ابن مندہ رحمہ اللہ اپنی کتاب الروح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت لائے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو لازم دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔

ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا۔ کہے گا۔ سنو ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپنا بیچ بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ دوسرا آدمی اندھا ہے لیکن اس کے پیر سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے۔ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میوؤں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں جو میں جا کر یہ پھل توڑوں۔ اندھا کہتا ہے آ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی پیٹھ پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں اس طرح پیچھے اور جی کھول کر پھل توڑے۔ بتاؤ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم و روح دونوں جواب دیتے ہیں کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا۔ یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ہم تعجب میں تھے کہ ہم میں اور اہل کتاب میں تو جھگڑا ہے ہی نہیں پھر آخر روز قیامت میں کس سے جھگڑے ہوں گے؟ اس کے بعد جب آپس کے فتنے شروع ہو گئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہی آپس کے جھگڑے ہیں جو اللہ کے ہاں پیش ہوں گے۔ ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہل قبلہ غیر اہل قبلہ سے جھگڑیں گے۔ اور ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مراد اہل اسلام اور اہل کفر کا جھگڑا ہے۔ لیکن ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ فی الواقع یہ آیت عام ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فضل و رحم سے تفسیر محمدی کا تحیو ال پارہ ختم ہوا۔

اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور ہماری تقصیر کی معافی کا سبب اس تفسیر کو بنادے۔ ہمیں اپنے پاک کلام کی تلاوت کا ذوق اس کے معنی کے سمجھنے کا شوق عطا فرمائے، علم و عمل کی توفیق دے، عذاب سے نجات دے، جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!